باب نمبر ۶

اور فن اتیج......

''ان (ہماری قوم کے لوگوں) نے اس کے سوا
اور معبود بنا رکھے ہیں
بھلا یہ ان (کے خدا ہونے) پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے
تو اس سے زیادہ کون ظالم ہے
جو خدا پر جھوٹ باندھتا ہے۔
اور جب تم نے ان (مشرکوں) سے
اور جن کی یہ خدا کے سوا عبادت کرتے ہیں
ان سے کنارہ کر لیا ہے
تو غار میں چل رہو
تمہارا پروردگار تمہارے لئے اپنی رحمت وسیع کر دے گا
اور تمہارے کاموں میں آسانی (کے سامان) مہیا کرے گا۔
سورۃ الکہف (۱۵ تا ۱۶)

....

''انجلین۔''

اس نے مسکراتے ہوئے اپنا نام بتایا۔ مہر بھی مسکرا دی۔

''آپ پھر کب آئیں گی؟'' انجلین کا یہ سوال مہر کے لیے غیر متوقع تھا۔

''پتا نہیں۔'' مہر نے اداسی سے گریسن کی طرف دیکھا۔ گریسن نے لاجواب ہو کر نظریں جھکا لیں۔ فیصلہ مشکل تو تھا ہی۔ یہاں آنا مشکل تھا۔ ایک دم سے سب کچھ کرنا مشکل تھا مگر......مہر......

''میں دعا کرتی ہوں آپ ہمیشہ کے لیے ہی یہاں آ جائیں۔'' انجلین نے معصومیت سے کہا۔ اس کی دعا میں اتنی طاقت تھی کہ ہر مشکل کی پرواہ کیے بغیر......گریسن نے بھی دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ان بچوں کو اکیلا نہیں رہنے دے گا۔ وہ مہر کا ساتھ دے گا۔ اس کی مدد کرے گا۔ اس کا خواب اور وعدہ وفا کرے گا۔ وہ ان ننھے بچوں کو ایسے بے سہارا نہیں رہنے دے گا۔ جن کے سینوں میں پانی کی طرح صاف، شفاف دل ہوتا ہے، انہیں تنہا نہیں چھوڑنا چاہئے۔

''تم ضرور دعا کرنا انجلین۔'' مہر نے کہا اور انجلین نے پھر سے وہی دعا کی۔

مہر نے پھر سے گریسن کی طرف دیکھا۔نظریں جواب طلب تھیں۔گریسن نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا تو مہر کے چہرے پہ خوشی بکھر گئی۔اسے گریسن سے یہی امید تھی۔وہ اسے کبھی اکیلا نہیں چھوڑے گا۔وہ ہمیشہ اس کا ساتھ دے گا۔اس نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا اور اپنا وعدہ بہت اچھے سے نبھایا بھی تھا۔وہ ایک مثالی شوہر تھا۔اس نے کبھی مہر کو کسی کام سے منع نہیں کیا تھا۔اگر کوئی کام ٹھیک نہیں ہوتا تو وہ بس اسے مشورہ دیتا تھا،اس پہ اپنی مرضی مسلط نہیں کرتا تھا۔مہر کو اس کی یہ عادت پسند تھی۔

وہ دونوں فادر کے کمرے میں گئے۔انجلین باہر ہی تھی۔دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔اسے ساری آوازیں آرہی تھیں۔وہ وہیں کھڑی،سنتی گئی۔

''ہم تیار ہیں۔آپ اورفن ایج میرے حوالے کردیں۔میں یہاں رہوں گی۔ان بچوں کے پاس.....'' مہر نے پراعتماد لہجے میں فیصلہ سنایا۔

''تمہاری مرضی مہر۔ورنہ ہم تو مجبور ہیں۔'' وہ کندھے اچکا کر بولے۔وہ اتنے بھی مجبور نہیں تھے۔اورفن ایج،فورکس سے اتنی دور تو ہرگز نہیں تھا کہ لوگ ہفتے میں صرف ایک دن بھی یہاں نہیں آسکتے۔فادر نے یہ فیصلہ خود ہی کیا تھا اور اس کے لیے انہوں نے لوگوں کے کندھے پہ بندوق رکھ کر چلائی تھی۔فادر نے اپنا الو سیدھا کیا تھا۔

مہر اپنے وعدے کو توڑنا نہیں چاہتی تھی۔وہ جانتی تھی کہ یہاں زندگی بہت مشکل ہے۔شروع میں مشکل ہوگی مگر وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہو ہی جائے گا۔اسی امید سے اس نے یہاں آنے کی حامی بھرلی تھی۔وقت کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ گزرجاتا ہے۔وہ ٹھہرا نہیں رہتا۔اچھا ہو یا برا،وہ گزرجاتا ہے۔یہ انسان کی غلطی ہے کہ وہ اچھے برے حالات میں رک جاتا ہے۔

وہ اپنے فیصلے پہ خوش تھی اور گریسن مہر کے اپنی شریکِ حیات ہونے پہ.....

☆☆☆☆☆

دو دن کے بعد فادر نے سامان بھجوانا شروع کردیا تھا۔تمام ضروری سامان بگھیوں میں لاد کر فورکس منتقل ہونے لگا۔نیا چرچ......

مہر ان دو دنوں میں اورفن ایج نہیں آئی تھی۔انجلین سمیت دونوں بچوں کو مہر کا شدت سے انتظار تھا۔انجلین تو دو دنوں سے مسلسل دعا کررہی تھی کہ لیڈی مہر جلدی جلدی آجائیں۔

''اور کتنا انتظار کروں میں؟'' ایک دن اس نے بے بسی سے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ مہر فورکس میں اپنے ضروری کام نبٹا رہی تھی۔ان دو دنوں میں انجلین بہت اداس رہی۔وہ اب بچوں کے ساتھ کھیلتی بھی نہیں تھی۔اس کا کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا۔اسے بس لیڈی مہر کا انتظار تھا۔وہ کھانا بھی بے دلی سے کھاتی تھی۔اس کے لیے لیڈی مہر جیسے کوئی مسیحا تھیں۔پہلی ہی ملاقات میں اسے وہ اچھی لگی تھیں۔ویسے بھی......جس انسان کا دنیا میں کوئی اپنا نہ ہو تو جو کوئی اس سے ذرا ہنس کر بات کرتا ہے تو وہ اس کے دل میں جگہ بنالیتا ہے۔مہر،انجلین کے لیے ایسی ہی تھیں۔

وہ جانتی تھی کہ چرچ فورکس میں منتقل ہو رہا ہے۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ فادر اب اورفن ایج بند کر رہے ہیں۔ اور پھر وہ سب بے گھر ہونے لگے تھے۔ اسے لیڈی مہر کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ وہ سن چکی تھی کہ لیڈی مہر انہیں اکیلا نہیں چھوڑیں گی۔ وہ لیڈی مہر کا شدت سے انتظار کر رہی تھی۔ وہ اتنا جانتی تھی کہ اگر اورفن ایج بند ہو بھی گیا، تو بھی لیڈی مہر انہیں ایسے نہیں چھوڑیں گی۔ وہ ان کا ساتھ ضرور دیں گی۔ انجلین کو ایک امید ملی تھی۔ وہ اپنی زندگی اچھے سے جینا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ بھی تعلیم حاصل کرے اور معاشرے میں ایک پڑھی لکھی لڑکی کے طور پہ پہچانی جائے۔ لیڈی مہر کے ہوتے ہوئے یہ ممکن تھا۔ اس سب کے باوجود اسے لیڈی مہر سے عجیب سی انسیت ہو گئی تھی۔ وہ بس یہ چاہتی تھی کہ وہ ان کے ساتھ رہے۔ اس انجان عورت کا ان بچوں کے لیے اتنا فکرمند ہونا ہی کافی تھا کہ وہ ان کے دلوں میں جگہ بنا سکے......اور جگہ بن گئی تھی۔ اپنے ساتھ احسان کرنے والوں کو بھلانا بہت غلط بات ہے۔

''اگر وہ نہ آئیں تو؟'' لڑکے نے انجلین سے پوچھا۔

''کیوں نہیں آئیں گی؟ وعدہ کیا ہے انہوں نے۔'' وہ ایک دم چلا اٹھی جیسے کسی نے اس کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ دیا ہو بلکہ وہاں ضرب لگائی ہو۔

''وعدے ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔''

''وہ ایسی نہیں ہیں۔ تم اپنا منہ بند رکھو۔ وہ ضرور آئیں گی۔ تم دیکھنا......'' وہ جواب دینے سے زیادہ خود کو تسلی دے رہی تھی۔

دو دن گزرے......انجلین دعا کرتی رہی......

صبح نے سارے اورفن ایج کو روشن کر دیا تھا۔ کھڑکی سے چھن کر آئی سنہری دھوپ انجلین کی آنکھوں پہ پڑی تو اس نے آنکھیں زور سے میچ لیں۔ اس نے اپنا ہاتھ آنکھوں پہ رکھ لیا اور کروٹ بدل لی۔ پھر اچانک اس کی تمام حسیں نیند سے بیدار ہوئیں تو وہ اٹھ بیٹھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ صبح ہو چکی تھی۔

''لیڈی مہر آ گئی ہوں گی۔'' وہ پر امید تھی۔

دونوں لڑکے اس کے سامنے والے پلنگ پہ سو رہے تھے۔ دھوپ ان کی نیند توڑنے میں ناکام رہی تھی۔ بھورے بالوں کو لپیٹ کر وہ اٹھی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

''کیا پتا وہ رات کو ہی آ گئی ہوں۔'' خود کو ایک اور تسلی......

کمرے سے باہر کچھ بھی غیر معمولی نہیں تھا۔ چرچ کی خادمائیں ہال میں کھڑی کام کر رہی تھیں۔

''سسٹر......کیا لیڈی مہر آ گئی ہیں۔'' اس نے پوچھا۔

سسٹر نے حیرت سے اس معصوم چہرے کو دیکھا جہاں امید کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ وہ ہلکا سا ہنس دی۔

''نہیں۔ وہ نہیں آئیں گی۔ وعدے کرنے اور عمل کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔'' وہ جیسے مذاق اڑا رہی تھی۔ کتنی غلط بات ہے۔ کسی کو ناامید کرنے سے اچھا انسان اپنا منہ بند ہی رکھے۔

''وہ عمل کریں گی۔ وہ ضرور آئیں گی۔''

اس نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔ ہر گھڑی انتظار میں گزر گئی۔ اگلا دن بھی یوں ہی تمام ہوا۔

دعا اس نے اِس دن بھی کی تھی۔

رات نے جب سارے جہان کا چکر لگا لیا تو اس نے اپنے پیچھے کھڑی، باری کا انتظار کرتی صبح کو اپنی جگہ دی۔ صبح اپنے ساتھ سرمئی بادل بھی لے آئی تھی۔ وہ برسنے لگے تھے مگر اس سے پہلے ہی اورفن ایج کے ہال میں کھڑی، دروازے کو امید بھری نظروں سے تکتی، انجلین کی آنکھیں برس پڑیں تھیں۔ وہ روتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ آنسوؤں کے ساتھ ساتھ امید بھی بہہ گئی تھی۔

کمرے سے باہر ہال میں کچھ لوگ ضروری سامان اٹھا کر بگھی میں رکھ رہے تھے۔ چرچ کا ضروری سامان اور باقی سب کی روزمرہ کی ضروری چیزیں......

''بچوں کا کیا کرنا ہے؟'' سسٹر نے فادر سے پوچھا۔

''ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اس مہر نامی عورت نے دعوے تو بہت کیے تھے مگر آئی نہیں۔ سارا ملبہ ہم پہ ڈال دیا۔'' فادر تلخی سے بولے۔ ایک سسٹر نے افسوس بھری نظروں سے پہلے فادر اور پھر بچوں کے کمرے کو دیکھا۔ اسے بچوں کی فکر ہو رہی تھی۔

''مجھے تو پہلے ہی شک تھا۔ بڑی بڑی باتیں کر رہی تھی بس۔ بھلا کون اپنا گھر بار چھوڑ کر ایسے کہیں بھی آ کر رہنے لگتا ہے؟ وہ بھی نہیں آئے گی۔ مجھے یقین ہے۔'' فادر سے بات کرنے والی سسٹر نے تمسخر اڑایا۔

''پھر ایسا کرتے ہیں کہ میں یہاں رک جاتی ہوں آج کے دن۔ کل تک انتظار کر لیتے ہیں۔ اگر وہ کل نہ آئی تو میں بچوں کو لے کر فورکس آ جاؤں گی۔ پھر آگے کا کام ہم دیکھ لیں گے۔ کوئی نہ کوئی راستہ تو نکل ہی آئے گا۔ میں بچوں کو ایسے نہیں چھوڑ سکتی۔ وہ اکیلے بھلا کیسے رہ سکتے ہیں اس ویران علاقے میں؟'' اس نے امید بھری نظروں سے فادر کو دیکھا۔ اسے فادر سے اجازت چاہئے تھی۔

فادر کے چہرے پہ تلخی نمایاں تھی۔ ''صرف ایک دن......'' وہ انگلی اٹھا کر بولے۔

نن نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ وہ خوش ہوئی تھی۔ کم از کم ایک اور دن تو مل رہا تھا۔

''چلو سامان رکھو۔'' وہ کچھ زیادہ ہی تلخ ہو رہے تھے۔ انہیں مہر نامی عورت پہ شدید غصہ آ رہا تھا۔

باہر سے گاڑی کے رکنے کی آواز آئی تو سب نے باہر کی طرف دیکھا۔ گاڑی اورفن ایج کے بڑے سے دروازے کے سامنے آ کر رکی تھی۔ دروازہ کھول کر مہر باہر نکلتی دکھائی دی۔ تلخی سے بات کرتے فادر اور تمسخر اڑاتی نن کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ انہیں امید نہیں تھی کہ مہر آ جائے گی۔ وہ مہر کی دلی کیفیات سے بے خبر تھے۔ دوسری نن، مہر کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔ اس کے دل میں انسانیت زندہ تھی۔

اورفن ایج کے دروازے سے مہر اپنے شوہر گریسن اور اپنے بیٹے سٹیفن کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ وہ دونوں اس کے دائیں بائیں تھے۔ وہ ان دونوں سے ایک قدم آگے چل رہی تھی۔ ہمیشہ کی طرح بالوں کو جوڑے میں قید کر کے، دائیں کندھے سے ذرا اوپر رکھے، پیروں تک آتا گہرا نیلا فراک پہنے، چہرے پہ پر اعتماد مسکراہٹ سجائے وہ کسی ملکہ کی سی شان سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اورفن ایج کی

ملکہ......

''آ گئی تم......'' وہ حیرت اور طنز سے بولے۔ پہلے تو مہر کے لیے ان کا یہ رویہ ہی بہت عجیب اور غیر متوقع تھا۔اس نے ان کی بات نظر انداز کر دی اور کوئی جواب نہ دیا۔

''بچے کہاں ہیں؟'' مسکراتی نن سے اس نے پوچھا۔ وہ فادر کے رویے سے بری طرح حیران ہوئی تھی۔ فادر کا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ مہر کے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں۔اس نے اسی پل فیصلہ کیا تھا کہ وہ انہیں کوئی وضاحت نہیں دے گی۔ وہ پہلے انہی سے بچوں کی بابت پوچھنے والی تھی مگر اس نے ساتھ کھڑی، مسکراتی نن کو دیکھا جس کے چہرے پہ اسے دیکھ کر خوشی، صاف نظر آ رہی تھی۔ اسی لیے اس نے اسی سے سوال کیا۔

''وہ......لڑکے تو باغ میں ہیں۔انجلین اندر کمرے میں ہے۔ وہ کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔'' اس نے خوشی سے بتایا۔ فادر اور دوسری نن کو اس کا خوش ہونا عجیب لگا تھا۔

''تم دونوں سامان اتروالینا۔ میں انجلین سے مل لوں۔'' مہر نے گریسن سے کہا۔

''سامان رکھنا کہاں ہے؟'' گریسن نے پوچھا۔

مہر نے سارے میں ایک نظر دوڑائی۔ ہال کے دائیں اور بائیں چار چار کمرے تھے۔ سامنے بڑے سے زینے تھے جو سیدھا جاتے جاتے، دائیں بائیں دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے تھے۔ بالائی منزل پہ بھی ایسے ہی آٹھ کمرے بنے تھے۔ کمروں کے آگے چھوٹی سی راہداری بھی تھی۔ برآمدہ......

''وہ آخر والا کمرہ......'' اس نے جان بوجھ کر فادر والے کمرے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ فادر نے جیسے غصے سے اسے دیکھا۔ اسے اب پرواہ نہیں تھی۔ وہی کمرہ مہر نے چن لیا تھا۔

گریسن نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر چلے گئے۔ گھر کا ضروری سامان وہ ساتھ لے آئے تھے۔ فرنیچر کی ضرورت نہیں تھی، وہ اور فن ایج میں پہلے سے ہی موجود تھا۔ اب فادر اتنے برے بھی نہیں تھے۔

فادر سمیت اس نن کے لیے یہ سب غیر متوقع تھا۔ ایک عورت اپنا گھر بار چھوڑ کر، اپنا ساز و سامان لے کر شہر سے اس ویران علاقے میں رہنے آئی تھی۔ کس لیے؟ ان بچوں کے لیے؟ وہ تو اسے ٹھیک سے جانتے تک نہیں تھے۔ نہ ہی وہ انہیں جانتی تھی۔ پھر وہ کیوں یہاں آ گئی تھی؟ عجیب بات ہے۔

نامحسوس انداز میں پیر پٹختے ہوئے وہ باہر چلے گئے۔ دونوں خادمائیں بھی ان کے پیچھے ہی چل رہی تھیں۔ باہر بگھی تیار تھی۔

مہر انجلین کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆

دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی تو انجلین نے نظر اٹھا کر دیکھا۔اس کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔ آنسو......غصہ......

ناامیدی......دکھ......

وہ کچھ نہ بولی۔ دروازے پر پھر سے دستک ہوئی۔

انجلین نے اب کی بار بھی کوئی جواب نہ دیا۔

دستک دینے والے نے اب دروازہ خود ہی کھول لیا۔انجلین نے دروازہ کھلنے کی آواز پر اس طرف دیکھا۔دروازے سے لیڈی مہر اندر داخل ہوئیں۔انجلین کے آنسو باہر آنا بھول گئے تھے۔اس کی آنکھوں کی سرخی جانے لگی۔آنسوؤں کی جگہ آنکھوں میں خوشی نے لے لی تھی۔

غصے کی حیرت نے......

ناامیدی کی بے یقینی نے......

دکھ کی جگہ مسکراہٹ نے......

انجلین فوراً اٹھی اور بھاگتی ہوئی لیڈی مہر کے گلے لگ گئی۔

''لیڈی مہر......''اس نے کہا اور رونے لگ گئی۔یہ خوشی کے آنسو تھے۔

''مجھے لگا آپ نہیں آئیں گی۔میں نے آپ کا بہت انتظار کیا۔سب نے کہا آپ نہیں آئیں گی مگر میں نے روزانہ دعا کی۔شکر ہے آپ آ گئی ہیں۔''اتنی محبت......آخر رشتہ ہی کیا تھا ان دونوں میں؟صرف احساس کا......

مہر کو اس کے دکھ،تکلیف کا احساس تھا۔یہی رشتہ تھا ان دونوں میں......

لیڈی مہر نے اسے پیار کیا۔''اب میں یہاں ہی رہوں گی۔''وہ اس کے سامنے نیچے بیٹھ گئیں۔

''ہمیشہ کے لئے؟''

''ہمیشہ......''

اور ایسا ہی ہوا۔لیڈی مہر اس دن سے اب تک یہاں ہی رہی ہیں۔اس دوران کئی واقعات ہوئے مگر لیڈی مہر اپنے وعدے سے پیچھے نہیں ہٹیں۔انہوں نے خدا سے کیا ہوا وعدہ نہیں توڑا۔

☆☆☆☆☆

دن ایسے ہی گزرتے رہے۔

راتیں آ کر چلی جاتیں۔

بارشیں سارے اورفن ایج کو بھگوتی رہیں۔

انہیں یہاں آئے دو مہینے ہو چکے تھے۔

تینوں بچے کچن کے ساتھ والے کمرے میں ہی سوتے تھے۔کبھی کبھار سٹیفن بھی ان کے ساتھ سو جاتا تھا۔وہ ان کے ساتھ کھیلتا بھی

تھا۔ دونوں لڑکوں کو وہ پھر بھی زیادہ پسند نہیں تھا۔ وہ برے دل سے اس کے ساتھ کھیلتے تھے۔ شاید ان کا مینٹل لیول (Mental level) برابر نہیں تھا پر...... انجلین کو وہ پسند تھا۔ وہ اسے لیڈی مہر کی طرح ہی لگتا تھا۔ اسے لیڈی مہر سے جڑی ہر چیز پسند تھی وہ تو پھر انسان تھا۔ وہ ان سب کے ساتھ بہت جلد گھل مل گئی تھی۔ وہ لیڈی مہر کا ہاتھ بٹانے لگی۔ لیڈی مہر جانتی تھیں کہ باقی دو بچے اب انہیں پسند نہیں کرتے۔ وہ ان سے کھچے کھچے سے رہتے ہیں۔ وہ پھر بھی اپنی پوری کوشش کرتی تھیں کہ وہ ان کا دھیان رکھیں۔ وہ پھر بھی خوش نہیں تھے۔ وہ اکثر روتے تھے۔ کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپس میں لڑتے بھی تھے۔ وہ انجلین سے بھی لڑتے تھے۔ انجلین روتی ہوئی لیڈی مہر اور گریسن کے پاس آ جاتی تھیں اور وہ دونوں لڑکوں کے اس رویے پہ بری طرح پریشان تھے۔ انجلین کی طرف سے انہیں کوئی پریشانی نہیں تھی۔ وہ ان دونوں کی بیٹی بن گئی تھی۔ اگر کہیں انہیں بیٹی کی کمی محسوس ہوتی بھی تھی تو انجلین کے مل جانے کے بعد یہ کمی دور ہو گئی تھی۔ انجلین پہ ان دونوں کو ایسے ہی مان تھا جیسے سٹیفن پہ......

سٹیفن نے بالائی منزل پہ، عین لیڈی مہر کے کمرے کے اوپر والا کمرہ اپنے لیے منتخب کر لیا تھا۔

واحد پریشانی ان لڑکوں کی ہی تھی۔ لیڈی مہر نے اس بات کا ذکر گریسن سے بھی کیا تھا۔

''بچے ہیں وہ۔ سنبھل جائیں گے مہر۔ تم پریشان نہ ہو۔'' گریسن ہر بار یہی کہتے تھے۔

''آخر کب تک......''

اور اس کا جواب گریسن کے پاس تو بالکل نہیں تھا۔ وہ دو مہینوں سے یہاں رہ رہے تھے۔ وہ دونوں اپنے آپ میں ہی مگن رہتے تھے۔ وہ لیڈی مہر سے کوئی بات ہی نہیں کرتے تھے۔ وہ جیسے اس سب سے بیزار ہو گئے تھے۔ انہیں اس اورفن ایج میں ذرا دلچسپی نہیں تھی۔ اس سب کے باوجود، لیڈی مہر نے کبھی بھی ان کے ساتھ برا سلوک نہیں کیا تھا۔ وہ انہیں وقت پہ کھانا دیتی تھیں۔ ان کا ہر کام بھی کرتی تھیں مگر...... پھر بھی......

''آپ پریشان نہ ہوں لیڈی مہر۔ میں ہوں ناں آپ کے ساتھ۔''

چھوٹی سی انجلین نے لیڈی مہر کی پریشانی بھانپ لی تھی۔ لیڈی مہر کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو آ گئے تھے۔

سٹیفن اور گریسن روزانہ ہی فورکس جاتے تھے۔ سٹیفن کی پڑھائی ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ وہ روزانہ گریسن کے ساتھ ہی جاتا تھا۔ گریسن اپنے کام کے لیے وہاں جاتے تھے۔ لیڈی مہر اور انجلین نے مل کر سارا گھر...... اورفن ایج سنبھال لیا تھا۔ انجلین کمرے صاف کر دیا کرتی تھی اور لیڈی مہر کھانا اور کپڑے وغیرہ......

چرچ مکمل طور پہ بند ہو چکا تھا۔ وہ کمرہ جو عبادت کے لیے مخصوص تھا...... وہ بھی...... اس کمرے کے ساتھ کچن تھا۔ کچن سے ملحقہ چھوٹا سا ڈائننگ روم بھی تھا۔ وہ سب وہیں بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔

اورفن ایج...... دنیا کی نظروں میں بھی آ چکا تھا پر ابھی تک یہاں کوئی اپنا بچہ چھوڑ کر نہیں گیا تھا اور نہ ہی کسی نے ان تین بچوں کو گود لیا تھا۔

اُس دن......انجلین اپنے کمرے میں تھی اور لیڈی مہر کچن میں کھانا بنا رہی تھیں۔ہال میں وہ دونوں کھڑے باتیں کر رہے تھے۔

''میں یہاں نہیں رہنا چاہتا۔''ایک نے کہا۔

''میں بھی نہیں، پر ہم جائیں گے کہاں؟'' دوسرا بولا۔

''مجھے نہیں پتا۔بس میں یہاں نہیں رہنا چاہتا۔یہاں صرف اچھا کھانا ہی ملتا ہے۔میں آزاد رہنا چاہتا ہوں۔ایسے قید میں نہیں۔اور اوپر سے وہ انجلین۔زیادہ ہی بنتی ہے اس کی لیڈی مہر کے ساتھ۔وہ دونوں مجھے بہت بری لگتی ہیں۔آؤ ہم دونوں یہاں سے چلتے ہیں۔'' وہ تنفر بھرے لہجے میں ان دونوں کا نام لے رہا تھا۔

''صحیح کہہ رہے ہو تم۔وہ دونوں مجھے بھی اچھی نہیں لگتیں۔میرا خود بھی دل نہیں کرتا یہاں رہنے کو۔آؤ چلتے ہیں۔''

دروازہ کھلا تھا۔پورا منصوبہ بنا کر وہ دونوں اور فن ایج کی دہلیز پار کر گئے تھے۔اپنے کمرے سے باہر نکلتی انجلین نے انہیں باتیں کرتے سن لیا تھا۔وہ دروازے کی اوٹ میں ہو گئی تھی۔ان دونوں نے اسے نہیں دیکھا تھا۔وہ کچھ نہ بولی بس...... بے آواز روتی رہی۔

وہ دونوں چلے گئے تھے اور پھر واپس کبھی نہیں آئے تھے۔

''میں نے ان بچوں کے لیے کیا کچھ نہیں کیا اور......''انجلین نے انہیں سارا قصہ سنا دیا تھا۔وہ اپنے کمرے میں تھیں۔گریسن اور سٹیفن واپس آ چکے تھے۔زرد روشنی سے کمرہ منور تھا۔لیڈی مہر کو ساری بات سن کے بہت دکھ ہوا تھا۔دکھ......شاید چھوٹا لفظ ہے۔رنج...... ہاں وہ رنجیدہ تھیں۔

''میں نے آپ کو منع بھی کیا تھا ماما مگر......''

''سٹیفن......''گریسن غصے سے بولے اور اسے چپ کروایا۔انہیں اس کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔اس کی بات سے مہر کو مزید پریشانی ہوتی، جو گریسن کو کسی طور مقبول نہیں تھی۔وہ تو اس وقت سے لیڈی مہر کو چپ کروا رہے تھے۔انہیں حوصلہ دے رہے تھے۔سٹیفن کی بات نے انہیں غصہ دلایا تھا۔

سٹیفن نے تاسف سے سر جھٹکا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔

''مہر پلیز۔اب رونا بند کر دو۔ہم سب ہیں ناں تمہارے ساتھ۔''گریسن نے ایک بار پھر وہی بات کی۔ان کے انداز میں محبت اور فکرمندی تھی۔

انجلین بھی انہیں ایسے روتا دیکھ کر رو پڑی۔اسے لگا یہ سب اس کی وجہ سے ہوا ہے۔اسے لیڈی مہر کو یہ بات نہیں بتانی چاہئے تھی یا کم از کم ساری بات تو نہیں......

''لیڈی مہر۔مجھے معاف کر دیں۔مجھے آپ کو یہ نہیں بتانا چاہئے تھا۔''لیڈی مہر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''میں نے اپنا گھر بار چھوڑا۔اپنا سب کچھ چھوڑا،صرف ان بچوں کی خاطر۔مجھے ان سے کچھ نہیں چاہئے تھا۔مجھے تو ان کا اعتبار بھی نہیں ملا۔''انہوں نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔

''چھوڑیں انہیں۔ اچھا ہوا وہ چلے گئے۔ وہ آپ کو بہت تنگ کرتے تھے۔ میں ہوں ناں آپ کے ساتھ۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔'' وہ واقعی ان کی بیٹی تھی۔ وہ واقعی ان سے محبت کرتی تھی۔

اس رات انجلین انہی کے کمرے میں سوئی تھی۔ گریسن اوپر سٹیفن کے کمرے میں چلے گئے تھے۔ رات گہری ہو رہی تھی مگر لیڈی مہر کی نیند نہیں...... وہ اس رات ٹھیک سے سو نہیں سکی تھیں۔ ساری رات وہ یہی سوچتی رہیں کہ ان سے کہاں غلطی ہوئی تھی؟ وہ تو ان تینوں کو برابر ہی رکھتی تھیں۔ ہاں، انجلین کا زیادہ وقت ان کے ساتھ گزرتا تھا پر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ لیڈی مہر انہیں نظر انداز کرتی رہیں ہوں۔

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔ کچھ بھی واضح نہیں تھا۔ فورکس میں لیڈی مہر کے گھر میں بجلی کا نظام تھا مگر یہاں تک بجلی کی فراہمی نہیں تھی۔ وہ اپنے گھر کبھی اتنے اندھیرے میں نہیں سوئی تھیں مگر یہاں انہوں نے یہ بھی کر لیا تھا۔ ان بچوں کے لیے...... اس اور فن ایچ کے لیے......

اچانک انجلین کی آنکھ کھلی۔ وہ گھبرا کر اٹھی اور چیخ ماری۔ اس کا تنفس پھول چکا تھا۔ اس کی چیخ سن کر لیڈی مہر بھی فوراً اٹھیں۔

''کیا ہوا انجلین؟'' لیڈی مہر نے اس کا پسینے سے بھیگا ہاتھ تھام لیا۔

''میں...... میں نے...... میں نے بہت برا خواب دیکھا ہے۔'' اس نے بتایا اور رونے لگ گئی۔ لیڈی مہر اس کی حالت سے پریشان ہو گئی تھیں۔ انہیں لگا انجلین کو بخار ہو رہا ہے۔ وہ اٹھیں اور سائڈ ٹیبل پہ رکھا لالٹین جلایا۔ کھڑکی کھول کر ہوا کو اندر آنے دیا۔ آسمان پہ سرمئی بادل برسنے کو تیار کھڑے تھے۔ انجلین واپس لیٹ چکی تھی۔ لیڈی مہر اس کے لیے کچھ کھانے کو لینے چلی گئیں۔ انجلین نے انہیں بتایا تھا کہ اسے بھوک لگ رہی ہے۔ کل رات کسی نے بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ بہتر محسوس کر رہی تھی۔ لیڈی مہر نے اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا۔ اسے بخار نہیں تھا۔ انہیں غلط فہمی ہوئی تھی۔ لیڈی مہر نے اسے سونے کا کہا۔

انجلین نے کچھ سال پہلے ہی اپنے باپ کو کھویا تھا اور پھر ماں کو بھی...... اسے لیڈی مہر نے اتنا پیار دیا تھا کہ وہ انہیں اپنی ماں ہی سمجھنے لگی تھی۔ انجلین کی سگی ماں بیمار ہی رہتی تھی۔ اس کا سارا دن کاموں میں ہی گزر جاتا تھا بالکل لیڈی مہر کی طرح...... جب ان کی ماں بیمار تھیں۔ اب اسے لیڈی مہر کی صورت میں ایک پیار کرنے والی ذات مل گئی تھی۔ وہ اب پھر سے ایسی کسی ذات کو کھونا نہیں چاہتی تھی کیونکہ بچے تو پیار کے بھوکے ہوتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد آسمان پہ چھائی کالک ختم ہوتی گئی۔ پھر سورج نے سارے جہاں کو روشن کر دیا تھا۔

ساری رات کی جاگی، لیڈی مہر، صبح سویرے ہی سب کے لیے ناشتہ بنانے کے لیے کچن میں کھڑی تھیں۔ باقی سب ابھی تک سو رہے تھے۔ ناشتہ تیار کرنے کے بعد انہوں نے پہلے انجلین کو اٹھایا۔ ہاتھ منہ دھو کر وہ باہر آئی تو لیڈی مہر نے اسے گریسن اور سٹیفن کو اٹھانے کا کہا۔ وہ اوپر چلی گئی۔ تین چار بار دستک دینے کے بعد ہی اندر سے گریسن نے دروازہ کھولا تھا۔ اس نے لیڈی مہر کا پیغام دے دیا۔ وہ خود نیچے آ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں باپ بیٹا بھی نیچے آ گئے تھے۔ کچن سے ملحقہ ڈائننگ روم میں ہی انہوں نے ناشتہ کیا تھا۔ ان کے

درمیان کل والے واقعہ کے بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔وہ دانستہ اس بات کا ذکر نہیں کر رہے تھے۔اچھا تھا وہ چلے گئے تھے۔اچھا تھا وہ بھول گئے تھے۔

پھر سے روزمرہ کے کام شروع ہو گئے تھے۔گھر کے دونوں مرد چلے گئے تھے۔

گھر کی عورتیں، گھر کے کام کرنے لگی تھیں۔

☆☆☆☆☆

منٹ......گھنٹے......دن......رات......ہفتے......مہینے......سب، پلک جھپکتے ہی گزر گئے تھے۔اتنے مہینوں میں لیڈی مہران بچوں کی دی ہوئی تکلیف کو بھول چکی تھیں۔سٹیفن اور انجلین نے انہیں اتنا پیار دیا تھا کہ انہیں وہ یاد نہ رہے یا شاید یاد ہوں......بس وہ ذکر نہ کرتی ہوں؟اس کے علاوہ گریسن بھی انہیں ہر وقت خوش ہی رکھتے تھے۔لیڈی مہر نے خود کو بہت خوش قسمت پایا کہ انہیں اپنے اردگرد اتنی محبت کرنے والے لوگ ملے ہیں۔

لیڈی مہر کے یہاں آنے کا مقصد بے سہارا بچوں کو ایک چھت دینے کے ساتھ ساتھ انہیں تعلیم و تربیت دینا بھی تھا مگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ لیڈی مہر اس محل نما اورفن ایج میں اکیلی عورت تھیں۔انجلین ابھی چھوٹی ہی تھی۔لیڈی مہر کی ذمہ داری زیادہ تھی۔پہلے وہ چھوٹا سا گھر ہی سنبھالتی تھیں تو سارا دن لگ جایا کرتا تھا اور اب یہ اورفن ایج......جو ان کے گھر سے کئی گنا بڑا تھا۔اس کے علاوہ بچے......اور اس دوران ہی وہ دونوں یہاں سے بھاگ گئے تھے۔بعد میں جیسے لیڈی مہر کے ذہن سے ہی نکل گیا۔ابھی وہاں بس انجلین ہی تھی۔وہ چاہتی تھیں کہ فورکس جا کر کچھ اور بے سہارا بچوں کو بھی یہاں لے آئیں مگر اب وہ ایسا نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ان کے دل میں ڈر بیٹھ گیا تھا کہ کہیں وہ بھی نہ بھاگ جائیں، اسی لیے وہ یہ نہ کر سکیں۔جس کی مرضی ہوگی وہ آ جائے گا۔جس کی مرضی ہوگی وہ چھوڑ جائے گا۔جس کی مرضی ہوگی وہ لے بھی جائے گا۔وہ اب اس بارے میں زیادہ پریشان نہ تھیں۔

دوسری طرف سٹیفن کی توجہ اپنی پڑھائی پہ زیادہ ہو گئی تھی اور پھر وہ روزانہ فورکس آتا، جاتا تو تھک جاتا تھا۔اسی وجہ سے وہ انجلین کو بھی نہ پڑھا سکا۔اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ پڑھ نہیں سکتی۔وہ لیڈی مہر کا ہاتھ بٹانے لگی۔آہستہ آہستہ وہ لیڈی مہر سے سارے کام بھی سیکھ رہی تھی۔لیڈی مہر اسے ایسے ہی سکھاتی تھیں جیسے انہوں نے خود سیکھے تھے۔

''جب مام بیمار ہوئی تھیں تو میں نے انہیں کام کرنے سے منع کر دیا تھا۔میں نے گھر کے سارے کام سنبھال لیے تھے۔تب میں سولہ سترہ سال کی تھی۔''اس دن لیڈی مہر نے کپڑے دھوتے ہوئے اسے بتایا۔پاس بیٹھی انجلین غور سے انہیں سن رہی تھی۔

''پر ان کی طبیعت بگڑ گئی اور وہ......''

اس ادھورے جملے کا مطلب انجلین سمجھ سکتی تھی۔لیڈی مہر کے لہجے میں دکھ تھا۔

''آپ کے بابا؟''انجلین نے پوچھا۔وہ دونوں کچن کی پچھلی طرف کپڑے دھو رہی تھیں۔دریا کے بہنے کا شور سنائی دے رہا تھا۔

''وہ ہمارے ساتھ نہیں رہتے تھے۔وہ کافی دیر پہلے ہی یہاں سے چلے گئے تھے۔فورکس والے گھر میں، میں اور میری مام ہی رہتے

تھے۔''انہوں نے کپڑوں سے پانی نچوڑا۔''تمہارے ساتھ کیا ہوا؟''

انجلین کے لیے یہ سوال بہت تکلیف دہ تھا۔''میری کہانی بھی آپ کی طرح ہی ہے لیڈی مہر۔میرے بابا کچھ سال پہلے فوت ہو گئے تھے۔اس وقت میں پانچ سال کی تھی۔میں اور میری مام ایک جھونپڑی میں رہتے تھے۔میں جب گیارہ سال کی ہوئی تو وہ بیمار رہنے لگیں۔ہمارے پاس علاج کے پیسے نہیں تھے۔دو سال بعد وہ بھی فوت ہو گئیں۔ان دو سالوں میں، میں نے ہی چھوٹے سے گھر......جھونپڑی کے کام شروع کر دیے تھے۔میں ایک جگہ کام بھی کرتی تھی۔وہاں سے کچھ پیسے مل جاتے تھے تو ہم کھانا کھا لیتے تھے۔کھانا مام ہی بناتی تھیں۔میں بس ان کی مدد کرتی تھی۔جیسے سبزی کاٹنا وغیرہ۔''اس نے گہری سانس خارج کی جیسے آنسوؤں کو بہنے سے روکا ہو۔

''جب میری مام نہیں رہیں تو مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ میں اب کیا کروں؟ آس پاس کے لوگوں نے ہی میری مام کی آخری رسومات ادا کی تھیں۔اور میں......میں اس رات بہت روئی تھی لیڈی مہر۔بہت زیادہ......''آنسو اب نہ رک سکے اور گالوں پہ بہہ گئے۔ماں باپ کو اپنی آنکھوں کے سامنے خود سے دور جاتے دیکھنا......اور پتا ہو کہ وہ واپس نہیں آئیں گے، کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔تکلیف دہ نہیں......اذیت ناک......

لیڈی مہر نے اسے چپ نہیں کروایا تھا۔وہ خاموشی سے اسے سن رہی تھیں۔وہ چاہتی تھیں انجلین رو کر اپنا دل ہلکا کر لے۔

''میں اور میری مام اکثر یہاں آیا کرتے تھے۔تب یہ چرچ تھا ناں۔ ہر اتوار ہم بھی یہاں آیا کرتے تھے مگر میں نے آپ کو کبھی پہلے نہیں دیکھا تھا۔کتنی عجیب بات ہے۔''اس نے آنسو صاف کیے تھے اور آخری جملہ جیسے سوچتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔''لیڈی مہر مسکرائیں۔

''جب وہ چلی گئیں تو اگلے دن میں گھر......جھونپڑی سے نکل آئی۔میں وہاں نہیں رہنا چاہتی تھی۔مجھے عجیب سی وحشت ہو رہی تھی۔مجھے ایسا لگا جیسے میرا دم گھٹ رہا ہے۔میں نے اپنے دو جوڑے بھی اٹھا لیے کہ اب وہاں واپس نہیں جانا۔میں یہاں آ گئی۔مجھے اس چرچ کے علاوہ کسی جگہ کا پتا ہی نہیں تھا اور نہ ہی میرے ذہن میں آیا۔''اب وہ آگے بھی بتا رہی تھی کہ جب وہ یہاں آئی تھی تو کیا ہوا تھا اور اس نے لیڈی مہر کا کتنا انتظار کیا تھا۔لیڈی مہر اس کی باتوں پہ مسکراتی رہیں۔

اس کے بعد انجلین نے انہیں بہت سی باتیں بتائیں۔اس کے پاس تو اپنی ماں کے علاوہ اور کوئی موضوعِ گفتگو نہیں تھا۔

لیڈی مہر نے بھی وقت کے ساتھ ساتھ اسے سب کچھ بتا دیا تھا۔

وقت بہت اچھے سے گزر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

اگلے دن بادل دل کھول کر برسے تھے۔گریسن اور سٹیفن اس دن فورکس نہ جا سکے۔گاڑی تو تھی مگر بارش بہت تیز تھی۔وہ سب اپنے اپنے کمروں میں تھے۔

لیڈی مہرا پنے کمرے کی کھڑکی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی تھیں۔ برستی بارش کی آواز نے ماحول پہ اچھا اثر ڈالا تھا جو لیڈی مہر کی مسکراہٹ سے بھی عیاں ہو رہا تھا۔ وہ باہر دیکھ رہی تھیں۔ ذرا ذرا بارش کے قطرے اچھل کر ان کے چہرے پہ پڑتے تو وہ بہت خوش ہوتیں۔ انہیں یہ سب اچھا لگتا تھا۔

''کیا دیکھ رہی ہو مہر؟'' لیڈی مہر نے اپنے عقب سے گریسن کی آواز سنی۔

مہر نے رخ موڑ کر اس طرف دیکھا۔ ہلکا ہلکا پانی چہرے پہ تھا۔ وہ مسکرا رہی تھیں۔ ''میں پہلے بارش میں نہایا کرتی تھی۔ مجھے بارش بہت پسند ہے۔ شادی سے پہلے میں مام کے منع کرنے کے باوجود بارش میں نہاتی تھی۔ پھر جب میں بیمار پڑتی تو مام مجھے ڈانٹتی تھیں۔'' وہ ہلکا سا ہنسیں۔ ''شادی کے بعد تو ایسے کبھی نہیں کیا۔''

''تو اب کر لو۔ بلکہ آؤ۔'' گریسن اٹھ کر آیا اور مہر کا ہاتھ تھام کر باہر لے گیا۔ وہ بغیر مزاحمت کے گریسن کے ساتھ چلی گئیں۔ محبت کا اصل اظہار ایسے وقت ہی ہوتا ہے جب محبوب بڑھاپے میں قدم رکھ رہا ہو۔ جوانی میں تو سب ہی محبت کرتے ہیں۔ کون ہیں وہ جو بڑھاپے میں بھی ایسی ہی محبت کریں جیسی جوانی میں کرتے تھے۔

اورفن ایج کا بڑا سا ہال عبور کر کے وہ دونوں باہر آ گئے۔ اوپر برآمدہ تھا۔ وہ ابھی بارش میں نہیں گئے تھے۔ سامنے کنواں تھا۔ بارش زوروشور سے برس رہی تھی۔ وہ دونوں برآمدے سے باہر چلے گئے۔ وہ کھلے آسمان کے نیچے تھے۔ بارش نے انہیں بھگو دیا تھا۔ مہر ہنستی جا رہی تھی۔ وہ اس پل کو ''جی'' رہی تھی۔ وہ بارش کے ایک ایک قطرے میں چھپی تازگی اور اچھائی کو اپنے اندر تک اتار رہی تھی۔ پھر گریسن اس کا محبوب......وہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ گریسن نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ مہر ہنستی رہی۔ پھر گریسن نے گھومنا شروع کر دیا۔ وہ آہستہ آہستہ گول چکر میں گھوم رہے تھے۔ مہر بہت خوش تھی۔ گریسن نے کافی عرصے بعد مہر کو اس طرح خوش ہوتے دیکھا تھا۔

وہ کتنی ہی دیر بارش میں بھیگتے رہے پھر آہستہ آہستہ بارش کی رفتار میں کمی آ گئی۔ وہ دونوں یوں ہی ادھر ادھر چکر لگانے لگے۔

''تمہیں آج اتنا خوش دیکھ کر مجھے بہت اچھا لگا مہر۔'' آج وہ دونوں بس ایک دوسرے کا ساتھ چاہتے تھے۔ ان کے ذہنوں میں کہیں کوئی اور تھا ہی نہیں۔ وہ اس پل کو صرف اپنے نام کرنا چاہتے تھے۔

''تم جب خوش ہوتی ہو تو مجھے دلی سکون ملتا ہے۔'' گریسن کی بات پہ وہ پھر سے ہنس دی۔ اگر مہر کے ہنسنے سے گریسن کو خوشی ملتی ہے تو وہ ساری زندگی ایسے ہی ہنستی رہے گی۔ گریسن اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ وہ یہ بات جانتی تھی۔ وہ بھی گریسن سے بہت محبت کرتی تھی۔ گریسن بھی یہ بات جانتا تھا۔ وہ صرف گریسن کی خوشی کے لیے اپنے چہرے پہ ہر وقت مسکان لا سکتی تھی اور وہ کبھی نہ تھکتی۔ گریسن صرف اس کی خوشی کے لیے ایسے بارش میں روز نہا سکتا تھا اور وہ کبھی نہ تھکتا۔ ان کا ساتھ ایسا ہی تھا۔

''آپ میرے ساتھ ہیں تو میں ایسے ہی خوش رہوں گی۔'' مہر نے کہتے ہوئے گیلے بالوں کو چہرے سے ہٹایا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ اگر گریسن ساتھ ہو تو ہی وہ خوش رہ سکتی ہے۔ گریسن کے بغیر تو وہ جیسے مسکرانا ہی بھول گئی تھی۔ ان کی شادی کو بیس سال ہو چکے تھے اور ان بیس سالوں میں بھی وہ ایسے ہی رہے تھے جیسے وہ آج ہی ملے ہوں اور انہیں آج ہی ایک دوسرے سے محبت ہوئی ہو۔ وہ ہر دن کو ایسے ہی

گزارتے تھے۔

مہر کی بات پہ گریسن مسکرایا۔

انجلین اپنے کمرے کی کھڑکی سے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں اور یادوں میں قید کر رہی تھی۔ وہ بھی ان دونوں کو ایسے دیکھ کر بہت خوش تھی۔

باہر وہ دونوں ایسے ہی چکر لگاتے رہے۔ کبھی یہاں......کبھی وہاں۔ بارش رک چکی تھی مگر ٹھنڈی ہوا نے موسم میں خنکی بڑھادی تھی۔

''تمہیں سردی تو نہیں لگ رہی؟'' گریسن نے مہر سے پوچھا۔

''نہیں تو۔ مجھے تو اچھا محسوس ہو رہا ہے۔'' مہر نے جواب دیا۔

ایسے ہی چلتے چلتے مہر کو ایک پودا نظر آیا۔ وہ فوراً اس طرف آئی۔ گریسن ناسمجھی سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔ سبز گھاس کے قالین کو عبور کر کے وہ اس پودے کے پاس پہنچی۔ آس پاس اور پودے بھی تھے۔ اس حصے میں تین چار درخت بھی لگے تھے۔ مہر نے اس پودے پہ لگے پھول کو توڑا اور گریسن کو دیا۔ گریسن اتنے میں اس تک آ گیا تھا۔ گریسن نے پھول لے لیا۔

''یہ پھول مجھے بہت پسند ہے۔ میرے گھر میں تھے یہ پھول۔ اب نہیں ہیں۔'' مہر نے بتایا۔ وہ بھول چکے تھے کہ وہ ایک عمر ساتھ گزار چکے ہیں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ابھی ملے ہیں اور یہ ان کی پہلی ملاقات ہے۔

''تو اب یہ یہاں ہیں۔ تم ان کی دیکھ بھال کرو۔ پھول، پھل سبزیاں......سب اگاؤ۔'' گریسن نے تجویز پیش کی جو مہر کو بہت پسند آئی تھی۔ وہ جانتا تھا مہر کو پودے اگانا پسند ہے۔ شادی کے شروع میں وہ ایسے ہی اپنے لان میں پودے لگاتی رہی تھی پھر مصروفیات زیادہ ہوگئیں تو یہ سلسلہ رک گیا۔ یہاں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ مہر کا شوق ایک دم پھر سے باہر آ چکا تھا۔

''اتنے زیادہ پھل اور سبزیوں کا ہم کیا کریں گے؟''

''میں فورکس جا کر بیچ آیا کروں گا۔ ویسے بھی لوگوں کو فریش چیزیں پسند ہوتی ہیں اور خاص طور پہ گھر کی چیزیں ہوں تو لوگ زیادہ پسند کرتے۔''

''ہاں یہ اچھا ہے۔''

''ہاں۔'' مہر نے مسکراتے ہوئے گریسن کو دیکھا پھر وہ اندر چلے گئے۔

اگلے دن مہر نے اس حصے کی اچھے سے صفائی کی۔ غیر ضروری پودے اور سوکھے پتوں کو اکٹھا کیا اور باقی پودوں کو ایک ترتیب میں لگایا۔ یوں وہ حصہ ایک باغ بن گیا تھا۔ ایک طرف پودے تھے، اس حصے کے پیچھے ایک راہداری تھی اور اس کے ساتھ ہی انجلین کے کمرے کی کھڑکی تھی۔ ایک حصے میں درخت اور ایک طرف اندر آنے کا راستہ چھوڑ کر پھلوں کے لیے جگہ بنائی گئی تھی۔ چوتھے حصے میں سبزیاں لگائی جانی تھیں۔ ساری ترتیب بن چکی تھی۔ انجلین اور سٹیفن نے ہی مہر کی مدد کی تھی۔

اگلے دن گریسن واپسی پہ مختلف پودوں کے بیج لے آیا تھا اور مہر کے ساتھ مل کر مقررہ حصوں میں بیج بو دیے تھے۔ مہر اور انجلین مل کر اب اس باغ کا بھی دھیان رکھتی تھیں۔ کافی محنت اور وقت کے بعد مختلف پھل اور سبزیاں تیار ہو چکی تھیں۔ گریسن کچھ تازہ پھل اور سبزیاں اپنے ساتھ فورکس لے گیا اور ایک دکاندار کو بیچ آیا۔ گریسن نے اس دکاندار کے ساتھ ایک معاہدہ بھی طے کر لیا تھا کہ جب جب پھل اور سبزیاں تیار ہو جائیں گی، وہ یہیں آ کر بیچ دے گا۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ ایسا کرنے سے انہیں مالی طور پہ بھی بہت فائدہ ہوا تھا۔ کچھ عرصے بعد انہوں نے اورفن اسٹیج کے لیے کچھ ضروری سامان بھی لے لیا تھا۔ وہ اب ان کا گھر ہی تو تھا۔

☆☆☆☆☆

انہیں یہاں آئے دو سال ہو چکے تھے۔

اورفن اسٹیج کے چھوٹے سے باغ میں بہت اناج پیدا ہو رہا تھا۔ اس میں سے کچھ حصہ وہ اپنے لیے رکھتے تھے اور باقی وہ فورکس جا کر بیچ دیتے تھے۔ اس دوران گریسن نے اپنی جاب چھوڑ دی تھی۔ کچھ روزانہ سفر کرنا اب طبیعت پہ بھاری پڑتا تھا۔ جب پھل وغیرہ تیار ہو جاتے تھے تو وہ انہیں جا کر بیچ آیا کرتا تھا۔ ان کے اخراجات اتنے زیادہ کبھی نہیں رہے تھے کہ انہیں تنگی کا سامنا کرنا پڑتا۔ پھر آہستہ آہستہ باغ پہلے سے بڑا ہوتا گیا۔ بہت سے پودے اور بھی لگائے گئے تھے۔ لیڈی مہر اور انجلین باغ کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ پودوں کو وقت پہ پانی دینا...... کٹائی وغیرہ......

دو سال بعد ایک دن دروازے پہ دستک ہوئی تو گریسن نے جا کر دیکھا اور سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر انہیں خوشگوار حیرت ہوئی۔ وہ اس کے گلے لگے تھے اور اسے اندر لے آئے تھے۔ وہ بروس تھا۔

''تم یہاں کب آئے؟'' گریسن نے اس سے پوچھا۔ وہ دونوں اس وقت انہی کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ لیڈی مہر بھی وہیں موجود تھیں۔

''میں چار دن پہلے ہی واپس آیا ہوں۔ میرا وہاں دل ہی نہیں لگا'' بروس اداس مسکراہٹ سے بولے۔

''اور اس بات کا اندازہ تمہیں دو سال بعد ہوا ہے؟'' گریسن نے کہا تو وہ تینوں ہی ہنس دیے۔

''نہیں۔ اندازہ ہو گیا تھا مگر...... مجھے صوفیہ سے محبت ہو گئی۔ میں وہیں رہا اور پھر...... جب وہ لوگ بھی یہاں شفٹ ہو گے تو میں بھی یہاں آ گیا۔ واپس آ کر میں نے سب سے پہلے تمہیں ڈھونڈا۔'' ان کے درمیان خط کا سلسلہ رک گیا تھا اور اورفن اسٹیج آنے کے بعد تو ایک خط بھی نہیں بھیجا تھا اور نہ ہی موصول کیا تھا۔

''یہ صوفیہ سے ملنا پڑے گا'' لیڈی مہر نے مداخلت کی۔

''ہاں ضرور ملواؤں گا۔ آپ دونوں کو نہیں ملوانا تو کس کو ملوانا ہے؟'' بروس مسکراتے ہوئے بولا۔

''ویسے ایک دم سے یہاں کیسے......'' بروس کا سوال......

گریسن نے اسے ہر بات بتا دی۔ بروس یہ سب جان کر بہت خوش ہوا۔ اسے مہر کا یہ قدم بہت اچھا لگا تھا۔ وہ اسے مبارک باد

دے رہا تھا۔

''اب تم کیا کام کرتے ہو؟'' گریسن نے سوال کیا۔

بروس نے اسے بتایا کہ وہ فی الحال کام کی تلاش میں ہے۔ گریسن نے اسے کھلے دل سے یہاں رہنے کی پیشکش کی اور ساتھ ہی ساتھ وہ اسے اپنے پھل اور سبزیاں ساتھ لے جانے میں ایک مددگار کی ضرورت کے حوالے سے بھی بتا چکا تھا۔ یہ کام تو ویسے وہ ہفتے میں ایک ہی دن کرتا تھا اسی لیے بروس نے ایک دوسری جگہ بھی کام تلاش کرنا شروع کر دیا تھا۔ دو دن بعد اسے ایک جگہ کام مل گیا تھا۔ وہ خوش تھا۔ گریسن اور وہ بہت گہرے دوست بن چکے تھے۔ پھر جب اس نے اتنا پیسہ جمع کر لیا کہ وہ اپنا علیحدہ کام شروع کر سکے تو اس نے وہ نوکری چھوڑ دی۔ اس نے ایک دکان کرائے پہ لی۔ گریسن نے بھی اسے کچھ رقم دی تھی جس سے بروس کی کافی مدد ہوگئی تھی۔ پھر گریسن اسے اورفن اسٹیج میں لگے پھل اور سبزیاں دے دیتا تھا اور وہ اسے بیچتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اور سامان بھی بیچا کرتا تھا۔ ایسے ان دونوں کا فائدہ ہو گیا تھا۔ چار سال یہاں رہنے کے بعد وہ مستقل طور پہ فورکس چلا گیا تھا۔ صوفیہ سے اس کی شادی کے بعد رابرٹ نے اس کے گھر میں رونق لگا دی تھی۔ وہ اپنی زندگی بہت خوشی سے جی رہا تھا۔ وہ اکثر اورفن اسٹیج بھی آتے تھے۔ کبھی کبھی مہر اور گریسن بھی ان کے گھر چلے جاتے تھے۔ ان کی دوستی بہت گہری ہوگئی تھی۔ وہ کافی اچھا وقت گزارتے رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

''مام، آپ ہر وقت ان کے ساتھ ہی رہتی ہیں۔ آپ کو اپنا سگہ بیٹا تو بھول ہی گیا ہے۔'' وہ تب بائیس سال کا تھا۔ اس کی بات پہ وہ دونوں ہنس دیے۔ سٹیفن خفا سا ہوا۔

وہ ان کے کمرے میں تھا۔ رات شروع ہو چکی تھی۔ آسمان پہ چاند چمک رہا تھا اور ساتھ ساتھ کچھ ستارے بھی......

''کسی باتیں کر رہے ہو سٹیفن۔'' لیڈی مہر نے کہا۔

''آپ کے پاس میرے لیے بالکل وقت نہیں ہوتا۔'' وہ اپنی ماں سے گلہ کر رہا تھا۔

''کوئی بات کرنی ہے مجھ سے؟'' لیڈی مہر اس کی تمہید کا مقصد سمجھ چکی تھیں۔

''میں بس ویسے ہی ایک بات کر رہا ہوں۔'' اسے لگا وہ اچھی اداکاری کر رہا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ ماں کے سامنے اس کا جھوٹ زیادہ دیر تک نہیں چل سکے گا۔

''سٹیفن...... وہ بچے بن ماں باپ کے ہیں۔ ان کا اپنا کوئی گھر بھی نہیں ہے۔ تمہارے ساتھ ہم دونوں ہیں اور تم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی یہ بائیس سال گزارے ہیں۔ تمہاری جگہ میری زندگی میں آج بھی ویسی ہی ہے۔ میں بس ان بچوں کو ان کی محرومیوں سے نکالنا چاہتی ہوں۔ اور کوئی بات نہیں ہے میرے بیٹے۔'' لیڈی مہر نے محبت بھرے لہجے میں کہا تو سٹیفن کی خفگی غائب ہو چکی تھی۔ وہ آگے بڑھا اور اپنی ماں کا ہاتھ تھام لیا۔ انسان جب اپنی ماں کا ہاتھ تھامتا ہے تو دنیا کا کوئی بھی جذبہ اس سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔ وہ اس میں سکون محسوس کرتا ہے۔

''او کے سوری۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا'' وہ شرمندہ ہوا۔ بیڈ کی دوسری طرف نیم دراز گریسن ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا دیے۔ ماں اور بیٹا......

''چلو اب اپنا کام بتاؤ'' وہ اصل بات پہ آ گئی تھیں۔ سٹیفن پھر سے شرمندہ ہوا۔

''آپ کو ہمیشہ کیسے پتا چل جاتا ہے مام؟'' وہ حیران ہوا۔ یہ کون کی طاقت ہے؟

''میں ایک جادوگرنی جو ہوں'' وہ ہنس دیں۔ وہ ہر بار یہی کہتی تھیں۔ سٹیفن کو کبھی یہ جادو سمجھ نہیں آتا تھا۔

''اچھا......وہ میں......میں......ہاسٹل میں شفٹ ہونا چاہتا ہوں۔ پلیز انکار نہ کرنا۔ مجھ سے یہاں صحیح سے پڑھا نہیں جاتا'' وہ التجائیہ انداز میں بول رہا تھا۔ اس کی بات سن کر ان دونوں کی مسکراہٹیں غائب ہو گئی تھیں۔

''کیا کہہ رہے ہو تم؟'' لیڈی مہر نے کہا۔

''مام پلیز......آپ سمجھیں۔ مجھ سے یہاں نہیں پڑھا جاتا۔ وہاں میں صحیح سے پڑھ سکتا ہوں۔ پلیز......'' وہ منت کر رہا تھا۔

''تم جاؤ ابھی۔ ہم سوچ کے بتائیں گے۔''

''میری خاطر پلیز۔ میں نے کبھی آپ سے کچھ نہیں مانگا۔ یہ میری خواہش ہے مام۔ میں ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔ پلیز ڈیڈ......'' اس نے آخر میں گریسن کو امید بھری نظروں سے دیکھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے علاوہ یہ ان دونوں کی خواہش بھی تھی کہ وہ ڈاکٹر بنے مگر......

''اب؟'' مہر نے گریسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جانے دینا چاہیئے۔ وہ صحیح کہہ رہا ہے۔ اس نے کبھی ہم سے کچھ نہیں مانگا۔ ایسے کبھی ضد نہیں کی۔ پھر وہ ہاسٹل ہی تو جا رہا ہے اور وجہ بھی ہماری خواہش ہی ہے۔ وہ ہم سے ملنے آتا رہے گا۔ فورکس ویسے بھی اتنا دور نہیں ہے'' گریسن نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ مہر نے اثبات میں سر ہلایا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ چلیں اب کھانا کھاتے ہیں۔ بروس کو بھی بلا لیں'' وہ اٹھ کر باہر چلی گئیں۔ مہر اور گریسن نہیں جانتے تھے کہ صرف سٹیفن کے ہاسٹل جانے سے مہر کی زندگی کیسے بدلنے والی ہے۔ اگر وہ جان جاتے تو کبھی ایسا نہ کرتے۔ شاید پھر سٹیفن بھی ایسا نہ کرتا۔ وہ کبھی ہاسٹل نہ جاتا۔

کچن میں کام کرتے ہوئے بھی وہ اسی بارے میں سوچ رہی تھیں۔ وہ سٹیفن سے دور کیسے رہیں گی؟ وہ ان سے دور کیسے رہے گا؟ پہلے تو ایسا کبھی ہوا ہی نہیں۔ ایسا ایک دن بھی نہیں گزرا تھا کہ انہوں نے سٹیفن کو دیکھا نہ ہو۔ پر اب......ان کی اولاد جوان ہو چکی ہے۔ وہ اپنا اچھا برا سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ پڑھنے ہی تو جا رہا ہے۔ اس میں کوئی غلط بات نہیں ہے۔ اسے جانے دینا چاہیئے۔ بعض دفعہ زندگی میں مشکل فیصلے لینے پڑتے ہیں۔ یہ اس کی زندگی کا سوال ہے۔ ایسے بہت سے سوالوں کے جواب تلاش کرنے کے دوران ہی انہوں نے سٹیفن کے مستقبل کے لیے یہ فیصلہ لے لیا تھا۔

اور...... یہ ان کی زندگی کا ایسا فیصلہ تھا جس پہ وہ بہت پچھتائی تھیں۔

☆☆☆☆☆

اگلے دن وہ یوں ہی باغ میں بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔ ابھی انہوں نے سٹیفن کو اپنا فیصلہ نہیں سنایا تھا۔ انہوں نے صرف گریسن سے بات کی تھی۔ وہ ابھی تک پریشان تھیں۔ ہوا کے باعث ایک سوکھا پتہ ان کی گود میں آ کر بیٹھ گیا۔ لیڈی مہر کا دھیان اب اس پہ تھا۔ وہ کسی گہرے خیال میں تھیں جب انجلین نے انہیں پکارا۔

''لیڈی مہر۔ سٹیفن آپ کا پوچھ رہے ہیں۔'' انجلین نے بتایا

''ہاں......'' وہ نا سمجھی سے بولیں اور پھر انہیں انجلین کی بات سمجھ آ گئی تھی۔ ''اچھا میں آتی ہوں۔''

انجلین سر ہلاتی چلی گئی۔ چائے ختم کر کے وہ بھی اندر چلی گئیں۔

''میں بہت پریشان ہوں سٹیفن۔ تم وہاں جا کر کیسے رہو گے؟'' سٹیفن ان کے کمرے میں ہی تھا جب وہ اندر آئی تھیں۔

''پریشان نہ ہوں آپ۔ میں اب بڑا ہو گیا ہوں۔ اور ڈیڈ بتا رہے تھے کہ وہ، وہ جگہ دیکھ آئے ہیں۔'' اس کے پاس تسلی بخش جواب تھا۔ وہ خود بھی بہت ہمت دکھا رہا تھا۔ اسے بھی ان دونوں کے بغیر رہنے کی عادت نہیں تھی۔

لیڈی مہر نے اسے گلے سے لگایا اور اسے بہت سی دعائیں دی۔ انہی دعاؤں کو سمیٹ کر وہ اگلے ہفتے ہاسٹل چلا گیا تھا جہاں اس کی زندگی کا ایک نیا باب اس پہ کھلا تھا۔

☆☆☆☆☆

''تم نے مجھے مارا ہے۔ آخر میرا کیا قصور تھا؟ میں نے ایسا بھی کیا کر دیا تھا؟ مجھے اتنی بڑی سزا نہیں ملنی چاہئے تھی۔''

اسے یہ آواز ہر طرف سے سنائی دے رہی تھی۔ وہ اورفن ایج کے ہال میں ہی کھڑی تھی۔ ہال میں گھپ اندھیرا تھا۔ کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے سامنے دیکھ رہی تھی مگر اندھیرا اس قدر تھا کہ اسے اپنا آپ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ آواز بار بار آ رہی تھی۔ آواز کا تعاقب کرتی وہ آگے جاتی تو آواز پیچھے سے آنے لگتی۔ پیچھے جاتی تو اوپر سے...... وہ اوپر کی طرف بھاگنے لگی جب اس کا پاؤں سیڑھیوں سے ٹکرایا اور وہ گرتے گرتے بچی۔ اس نے بوقت اپنے ہاتھوں کے سہارے سے خود کو گرنے سے بچا لیا تھا۔ آواز پھر سے آنے لگی تھی۔

''تم نے مارا ہے مجھے۔'' آواز میں نمی تھی۔ وہ سن سکتی تھی۔ وہ گھبرا رہی تھی۔ اسے پسینہ آنے لگ گیا۔ وہ وہیں کھڑے کھڑے اپنے اردگرد دیکھ رہی تھی مگر آواز پھر سے جیسے ہوا میں سفر کر رہی تھی۔ وہ خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی۔

اب سسکیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس کا وجود کانپنے لگ گیا۔ وہ بے قابو ہو گئی۔ وہ رونے لگی۔ اس نے اپنی انگلیاں اپنے بالوں میں اڑس لی تھیں۔ وہ اس آواز کے پاس جانا چاہتی تھی مگر آواز کا ٹھکانہ نا معلوم تھا۔ وہ وہیں بیٹھ گئی۔ اندھیرا اس قدر تھا کہ اسے اپنی گود بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ روتی رہی۔ سسکیوں کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں۔

وہ چیخ پڑی۔ سسکیاں ہنوز تھیں۔

چیخ......سسکیاں...... چیخ......سسکیاں......

اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔اس نے دروازے کی طرف دوڑ لگادی مگر وہاں اب کوئی دروازہ نہ تھا۔وہاں صرف دیوار تھی۔اسے لگا وہ غلط سمت میں آ گئی ہے۔وہ پھرتی رہی۔وہ روتی رہی۔اسے دروازہ نہ ملا۔

سسکیاں......

اس نے آنکھیں میچ لیں اور کانوں پہ ہاتھ رکھ لیے۔وہ اس آواز سے جان چھڑوانا چاہتی تھی۔

''تم نے مارا ہے مجھے......'' آواز پھر سے آئی۔اس بار اسے یقین تھا کہ آواز اوپر سے ہی آئی ہے۔وہ بے خیالی میں بھاگتی ہوئی اوپر کی طرف جانے لگی اور سامنے زینوں سے ایک بار پھر اس کا پاؤں ٹکرایا اور اس بار وہ خود کو بچا نہ سکی۔وہ اوندھے منہ گری۔اس کا سر سیڑھی کے دہانے سے لگا تھا اور......اسے آوازیں آنا بند ہو چکی تھیں۔اسے اپنا ذہن ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔اسے اپنے چہرے پہ پانی محسوس ہو رہا تھا پر وہ پانی سے گاڑھا تھا۔وہ جانتی تھی وہ خون تھا۔اس کا ذہن مکمل طور پر سو چکا تھا۔آخری بات جو اسے یاد تھی وہ سسکیاں ہی تھیں۔

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔اس خواب نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔اسے پسینہ آ رہا تھا۔وہ ایسا تو نہیں کر سکتی۔وہ ایسا نہیں کر سکتی......

اس کا دل اسے کہہ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

بروس کے آنے سے پہلے اورفن ایج میں دو اور بچے بھی آ گئے تھے۔وہ دونوں ہی تین تین سال کے تھے۔زیادہ بولتے نہیں تھے۔شروع میں تو وہ ہر وقت روتے رہتے تھے مگر وقت کے ساتھ ساتھ وہ اس گھر میں رہنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔لیڈی مہر ویسے ہی ان کا خیال رکھتی تھیں۔پھر سے وہی روٹین شروع ہو چکی تھی۔جب بچے پانچ سال کے ہوئے تو لیڈی مہر نے گریسن کی ذمہ داری لگادی کہ وہ انہیں تعلیم دے۔گریسن راضی ہو گیا تھا۔وہ انہیں پڑھانے لگا مگر......انجلین پھر بھی نہ پڑھ سکی۔پھر وقت کے ساتھ ساتھ تین چار بچے مزید وہاں آ گئے۔لیڈی مہر بہت خوش تھیں کہ لوگوں نے اس اورفن ایج کو تسلیم کر لیا ہے اور جو اس اورفن ایج کا اصل مقصد تھا......وہ بھی پورا ہونے لگا ہے۔پھر بروس چلا گیا۔چار سال بعد اورفن ایج میں چھ بچے تھے۔لیڈی مہر کی ذمہ داری قدرے بڑھ گئی تھی۔گریسن اب کسی کام پہ نہیں جاتا تھا تو اسی لیے وہ اب وہاں کا ٹیچر تھا۔بچے اس کے ساتھ ایڈجسٹ ہو گئے تھے۔تعلیم و تربیت کے علاوہ بھی وہ ان سب کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارتے تھے۔سٹیفن پہلے ہی فورکس چلا گیا تھا۔

اور چار سالوں بعد وہ دن بھی آیا جب وہاں ایک جوان شادی شدہ جوڑا آیا تھا۔اس دن موسم بہت خوشگوار تھا۔

دروازے پہ دستک دینے کے بعد وہ خود ہی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔لڑکی نے سر پہ ہیٹ اور روایتی لباس پہن رکھا تھا۔لڑکے کے بھی سر پہ مردانہ ہیٹ تھی اور لباس روایتی ہی تھا۔لڑکی نے ایک ہاتھ میں چھوٹا سا بیگ بھی تھام رکھا تھا۔

اورفن ایج کا ہال ویران نہیں تھا بلکہ وہاں سب بچے کھیل رہے تھے۔انجلین بھی وہیں تھی اسی لیے انہیں دیکھتے ہی وہ ان کی طرف آئی۔وہ خود بھی حیران تھی کہ وہ کون ہیں کیونکہ کوئی اس سے پہلے کبھی ایسے، وہاں نہیں آیا تھا۔

’’ہیلو۔‘‘ انجلین ان کے قریب جا کر بولی۔ وہ سترہ اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی۔ چہرے پہ جوانی تھی البتہ اب وہ پہلے سے موٹی ہو گئی تھی مگر بہت زیادہ نہیں۔ اس بات کا کسی کو بھی احساس نہیں تھا کیونکہ سب لوگ تو اسے روز ہی دیکھتے تھے۔ کوئی کچھ وقفے سے اسے دیکھتا تو اسے ضرور احساس ہو جاتا۔

’’ہیلو۔ یہاں کی انچارج کہاں ہیں؟ میں کیتھی ہوں۔ یہ میرے ہزبینڈ ہیں چارلس۔‘‘ اس لڑکی نے انجلین سے اپنا تعارف کروایا۔ انجلین نے سر سے پیر تک انہیں دیکھا۔ اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کافی امیر لوگ ہیں۔ وہ انہیں برآمدے میں بنے ایک بینچ پہ بٹھا کر اندر چلی گئی۔ وہ دونوں بچوں کو کھیلتا دیکھ رہے تھے اور آپس میں بات بھی کر رہے تھے۔ ہنستے، مسکراتے، کھیلتے ہوئے بچوں کو بہت خوش مگیں نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

اتنے میں لیڈی مہر آ گئیں۔ وہ دونوں انہیں دیکھتے ہی بے ساختہ کھڑے ہو گئے۔ انہیں لیڈی مہر کے انداز میں ایک رعب چھلکتا محسوس ہوا تھا۔ وہ ان سے متاثر ہوئے تھے۔

رسمی باتوں کے بعد لیڈی مہر انہیں اپنے کمرے میں لے گئیں۔ انجلین ان کے لیے کچھ پینے کے لیے لینے چلی گئی۔

’’ہمیں ایک بچہ اڈاپٹ کرنا ہے۔‘‘ کیتھی نے کہا۔ وہ لیڈی مہر کو بہت امید بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا شوہر بھی ایسی ہی حالت سے گزر رہا تھا۔ ’’ہم پانچ سال سے بیاولاد ہیں۔ ہم اپنی فیملی بنانا چاہتے ہیں۔‘‘ اب اس کے انداز میں اداسی تھی۔

’’آپ کو جو بچہ پسند ہو آپ لے جائیں۔‘‘ لیڈی مہر کی خوشی دیدنی تھی۔ آخر چار سالوں بعد یہ دن دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ وہ بہت زیادہ خوش تھیں۔ ان کا انداز اور آنکھیں اس بات کی چغلی کھاتی تھیں۔

’’آپ ہمیں بتائیں ہم کون سا بچہ لے کر جائیں۔ ہمیں تو وہ سب ہی اچھے لگ رہے ہیں۔‘‘ چارلس نے مداخلت کی۔

’’میرے لیے تو سب بچے برابر ہیں۔ یہ آپ نے طے کرنا ہے۔‘‘ انجلین مشروب لے آئی تھی۔ چارلس اور کیتھی نے ایک ایک گلاس اٹھا لیا تھا اور مسکراتے ہوئے، سر کو ہلکا سا خم دے کر انجلین کو بے آواز شکریہ بھی کہہ دیا تھا۔ انجلین لیڈی مہر کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی تھی۔

’’میں بس آپ سے یہ امید رکھتی ہوں کہ آپ اُس بچے کی اچھی تعلیم و تربیت کریں گے۔ اصل میں میں اس حوالے سے کوئی رسک نہیں لینا چاہتی۔ یہ بچے میری زندگی کا مقصد ہیں۔‘‘ وہ قدرے سنجیدہ لہجے میں بولیں۔ چارلس اور کیتھی نے سرعت سے اثبات میں سر ہلایا۔

’’ڈونٹ یو وری۔ ہم اس چیز کے لیے بہت ترسے ہوئے ہیں۔ ہم جیسوں سے بہتر کون جانتا ہوگا کہ یہ چیز کتنی تکلیف دہ ہے۔ اگر ہم بچہ لے کر جا رہے ہیں تو اس کی پوری ذمہ داری بھی تو ہماری ہی ہے۔‘‘ چارلس نے پراعتماد لہجے میں کہا۔ لیڈی مہر کو اس کی بات پہ یقین آنے لگا تھا۔

’’اوکے۔‘‘

وہ ایک بچہ لے گئے تھے۔ لیڈی مہر اس وقت بہت زیادہ خوش تھیں۔ وہ اسی دن کا تو انتظار کر رہی تھیں۔ اسی خوشی میں انہوں نے

کیک بنایا اور سب کو کھلایا۔ گریسن فورکس سے واپس آیا تو وہ بھی اس بارے میں جان کر بے حد خوش تھا۔ ان کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔

پھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ایک مہینے بعد ایک اور جوڑا آیا اور ایسے ہی ایک اور بچے کو اڈاپٹ کر لیا گیا۔ اس وقت لیڈی مہر نے سوچا کہ وہ اس اور فن ایج کے نام سے کچھ ایسے دستاویزات بنوالیں جس سے ان کے پاس ان لوگوں کا ریکارڈ محفوظ رہے۔ گریسن نے ایسے کچھ کاغذات بنوالیے تھے۔ پھر وہ چھ بچے آہستہ آہستہ چار رہ گئے......پھر تین......پھر دو......اور پھر ایک......اس دوران چار بچے مزید آئے تھے مگر وہ بھی جلد ہی کسی جوڑے کی زندگی میں اولاد کی کمی پوری کرنے کا ذریعہ بنے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ فورکس میں اب کوئی بھی بے سہارا بچہ نہیں تھا بلکہ اورفن ایج میں جتنے بچے آئے تھے، وہ اب بے سہارا نہیں تھے۔ لیڈی مہر نے کبھی کسی بچے کو زبردستی یہاں آنے کا نہیں کہا تھا۔ وہ پھر سے وہ سب دہراتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی تھیں۔

۱۹۲۴ میں......اورفن ایج میں کوئی بچہ نہیں تھا۔ لیڈی مہر بہت خوش تھیں اور پھر......ایک دن......انہیں ایسی خبر ملی جس نے ان کے پیروں کے نیچے سے حقیقتاً زمین نکال دی تھی۔

سٹیفن نے ایک لڑکی کی خاطر اپنا مذہب بدل لیا تھا۔

جیسمین......وہ مسلمان تھی۔

سٹیفن......وہ اپنا نام بدل کر ابوبکر ہو چکا تھا۔

لیڈی مہر پہ قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔

گریسن بھی شاک میں تھا مگر......وہ اس بات کو جلد ہی ہضم کر گیا تھا۔

لیڈی مہر جیسمین سے نفرت کرنے لگی تھیں۔

اسی نفرت نے انہیں اس حد تک لا کھڑا کیا تھا کہ وہ کسی کا قتل کر بیٹھی تھیں۔

☆☆☆☆☆

یہ ایک سال پہلے کی بات ہے جب سٹیفن کو جیسمین سے محبت ہوئی تھی۔ محبت بہت عجیب چیز ہے، جب ہو جاتی ہے تو انسان کو کسی قابل نہیں چھوڑتی۔ جہاں مرضی لے جاتی ہے اور انسان آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے چلتا رہتا ہے۔ یہ جانے بغیر کہ آگے کھائی بھی تو ہو سکتی ہے۔ محبت میں آنکھیں بند نہیں کرنی چاہئیں ورنہ......

سٹیفن فورکس میں اپنی پڑھائی مکمل کر رہا تھا۔ وہ ہر ہفتے اورفن ایج آتا تھا۔ وہ چھٹیاں بھی یہیں گزارتا تھا۔ وہ جب واپس جاتا تو بہت اداس ہو جاتا تھا۔ اسے اکیلے رہنے کی عادت نہیں تھی۔ اس کے باوجود اسے فورکس اچھا لگتا تھا۔ اس کے کالج کے آخری ماہ چل رہے تھے جب وہ اپنے ہاسٹل سے نکلا اور سامنے سڑک پہ ایک لڑکی ہاتھوں میں سامان اٹھائے، کہیں جا رہی تھی۔ ایک پل کے لیے ان دونوں کی نظریں ملیں اور......وہی وہ وقت تھا جب دل میں بویا محبت کا بیج، دل کی زمین کو چیرتا ہوا باہر نکلا اور پودا بن گیا۔ وہ آگے تو بڑھ گئی مگر ان دونوں کے دل اسی جگہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے کہ اچانک ایسا کیا ہو گیا کہ وہ آگے نہیں جا سکے؟

سٹیفن کی نگاہوں نے اسے دور جاتے دیکھا اور قدرت کا ظلم یہ کہ وہ اس گلی کے آخری والے ہاسٹل میں رہتی تھی۔ اندر جانے سے قبل اس نے مڑ کر سٹیفن کو دیکھا اور...... سٹیفن کی مسکراہٹ اتنی دور سے بھی اسے نظر آ گئی تھی۔ وہ مسکرانا چاہتی تھی مگر مسکرا نہ سکی اور اندر چلی گئی۔ سٹیفن نے اپنے دل کی زمین پہ اگے پودے کی دیکھ بھال شروع کر دی تھی۔ یہی حال جیسمین کا بھی تھا۔

دو دن بعد وہ دوبارہ ملے۔ جیسمین کی شہد رنگ آنکھیں بتا رہی تھیں کہ اس نے سٹیفن کا انتظار کیا تھا۔ سٹیفن کی آنکھیں بھی بتا رہی تھیں کہ اس نے دو دن بہت مشکل سے گزارے تھے۔

''ہیلو۔'' سٹیفن نے پہل کی۔ وہ اپنے ہاسٹل سے نکلی ہی تھی جب سٹیفن نے ہمت جمع کی اور اس تک چلا گیا۔ جیسمین نے یہ توقع نہیں کی تھی کہ وہ اس تک آ جائے گا لیکن...... اسے برا نہیں لگا تھا۔ وہ بھی تو منتظر تھی۔ دونوں کو ایک دوسرے سے بیک وقت محبت ہوئی تھی۔

''ہیلو۔'' اس کے آگے اسے کچھ سمجھ ہی نہ آیا۔ وہ دونوں نظریں ملانے کی بجائے، نیچے زمین کو دیکھ رہے تھے۔ کسی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اگلی بات کیا کریں؟

درمیان میں مکمل خاموشی تھی۔ آس پاس سے لوگ آ جا رہے تھے۔ کسی نے انہیں دیکھا اور کسی نے نہیں۔ وہ دونوں چپ چاپ زمین کو ہی گھور رہے تھے۔ اگلی بات کون کرے گا؟

''آپ کا نام کیا ہے؟'' سٹیفن نے ہی ہمت کی تھی۔

''جیسمین۔'' اس نے اپنے خوبصورت ہونٹ ہلائے۔

''سٹیفن...... آپ سے مل کر اچھا لگا۔'' سٹیفن نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا مگر جیسمین نے اسے تھاما نہیں۔ وہ وہیں ہوا میں معلق رہا۔ سٹیفن کو سمجھ نہ آئی کہ وہ اب کیا کرے؟ اس نے نامحسوس انداز سے ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈال لیا۔ وہ جیسمین کے رویے پہ حیرت کا شکار تھا۔ دوسری طرف جیسمین اس کے ایک دم سے ہاتھ آگے کرنے پہ...... وہ جانتی تھی کہ فورکس کے لوگ ایسے ہی ملتے ہیں مگر وہ ان میں سے نہیں تھی۔ وہ تو کسی اور علاقے سے یہاں آئی تھی۔ وہاں یہ سب نہیں ہوتا تھا۔ اس کے لیے یہ چیز بہت غیر متوقع تھی۔ وہ کبھی بھی کسی سے یوں ہاتھ نہیں ملاتی تھی۔ اور سب سے ضروری بات...... وہ مسلمان تھی۔ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتی تھی۔ اس کا دل ہی نہیں مانتا تھا۔

''میں چلتی ہوں۔'' وہ کہہ کر پلٹ گئی۔ سٹیفن اسے جاتا دیکھتا رہا۔ پہلی ملاقات میں بس چھ فقرے بولے تھے اور وہ بھی اتنے عام سے۔ ان کے درمیان کسی بھی قسم کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ سٹیفن اسے اپنے ساتھ کافی شاپ پہ لے جانا چاہتا تھا مگر جب جیسمین نے اس سے ہاتھ ملانے سے انکار کیا تو اسے حیرت ہوئی۔ اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ وہ ابھی جیسمین سے ایک دو سوال اور بھی پوچھنا چاہتا تھا مگر جیسمین پہلے ہی جا چکی تھی۔ وہ یہ سوال اگلی ملاقات میں کرے گا۔

اس نے سوچا۔

ساری رات وہ جیسمین کے بارے سوچتا رہا۔ جیسمین وہ پہلی لڑکی تھی جو اسے پسند آئی تھی۔ وہ اپنے دل سے بار بار پوچھ چکا تھا۔ اس کا دل اسے بار بار یہی بتاتا تھا کہ وہ جیسمین ہی ہے جو تمہارے دل پہ قبضہ کر چکی ہے۔ وہ ہر بار اس جواب پہ مسکرا دیتا۔ اس وقت

اس نے عہد کیا تھا کہ وہ جیسمین کو ہی اپنی زندگی کا ساتھی بنائے گا۔اس نے اپنے دل کو بھی کہہ دیا تھا کہ وہ جیسمین کو ہی اپنے دل کی ملکہ بنائے گا۔ چاہے جو مرضی ہو جائے۔ وہ ایسا ہی کرے گا۔

دوسری طرف جیسمین نے بھی ساری رات اسی طرح گزاری تھی۔ اسے سٹیفن اچھا لگا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ غیر مسلم ہے لیکن، وہ اسے پھر بھی پسند کرنے لگی تھی۔ دل پہ تو کسی کا اختیار نہیں ہوتا۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ اس سے نکاح نہیں کر سکتی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ سٹیفن سے بات کرے اور اسے اسلام کے بارے میں بتائے۔ ہوسکتا ہے وہ مان جائے۔ ہوسکتا ہے وہ اسلام قبول کر لے۔ ہوسکتا ہے...... ہوسکتا ہے...... اور بہت کچھ ہوسکتا ہے، پہ آ کر رک جاتا تھا۔ اس نے ارادہ کیا تھا کہ وہ سٹیفن کو اسلام کے بارے میں ضرور بتائے گی۔ اگر وہ مان گیا تو ٹھیک ہے اور اگر نہ مانا تو...... تو وہ کبھی بھی اسلام کے خلاف نہیں جائے گی۔ وہ سٹیفن کو بھول بھی جائے گی۔ اس نے اللہ سے دعا کی کہ سٹیفن کو ہدایت مل جائے اور...... اگلی ملاقات میں سٹیفن نے جب اس کے منہ سے اسلام کے بارے میں سنا تو وہ ایک بار پھر سے حیرت کا شکار تھا۔

''آپ مسلم ہیں؟'' وہ دونوں گلی کے فٹ پاتھ پہ چل رہے تھے جب اس نے جیسمین سے پوچھا تھا۔

''جی۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ گردن کے گرد اسٹالر لپیٹے ہوئے تھی۔ سر پہ ٹوپی پہن رکھی تھی۔ گھٹنوں تک آتا لونگ کوٹ اور پیروں میں کالے رنگ کے جوتے پہن رکھے تھے۔

''تو کیا ہم شادی نہیں کر سکتے؟ آپ اپنے مذہب پہ ہی رہنا اور میں اپنے......'' سٹیفن نے اپنے تئیں حل بتایا تھا۔

''نہیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ مسلمان لڑکی کسی غیر مسلم سے شادی نہیں کر سکتی۔'' جیسمین پر اعتماد تھی۔ اس نے سٹیفن کو یہ ظاہر ہی نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ بھی اسے پسند کرتی ہے۔ وہ بالکل عام سے انداز میں اس سے بات کر رہی تھی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ اس کی حالت سٹیفن جتنی بری نہیں ہے...... حالانکہ وہ بھی اسی کشتی میں سفر کر رہی تھی۔

''اوہ۔ تو کوئی اور حل ہے؟'' سٹیفن کو سخت مایوسی ہوئی تھی۔ وہ کوئی سخت الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''اگر آپ پورے یقین اور دل کے ساتھ اسلام قبول کر لیں تو......'' وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ سامنے ہی دیکھ رہی تھی۔ سٹیفن وقفے وقفے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''کیسے قبول کرتے ہیں؟'' جیسمین نے اس بار اسے دیکھا تھا۔

''دیکھیں سٹیفن۔ یہ کوئی مذاق کی بات نہیں ہے۔ میں آپ کو صرف اسلام کی دعوت ہی دے سکتی ہوں۔ میں آپ کو مجبور نہیں کر سکتی اس سب کے لیے اور پلیز...... اگر آپ صرف اور صرف ہماری شادی کے لیے اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں تو ایسا نہ کریں۔ اسلام قبول کر کے آپ ایک دائرے میں آ جائیں گے۔ اگر آپ اسلام کے ساتھ کھیلیں گے تو...... آپ یہ نا کریں۔'' وہ پر اعتمادی سے بولتی، تیز تیز قدم اٹھاتی آگے بڑھ گئی۔ سٹیفن ایک ٹک اسے جاتا دیکھتا رہا اور جب ہوش میں آیا تو وہ بھی تیز تیز چل کر اس کے قریب آیا۔

''میں سیریئس ہوں۔ آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں۔ میں زیادہ مذہبی نہیں ہوں۔ میں آپ کے لیے اپنا مذہب تبدیل

کر سکتا ہوں۔'' اسے لگا یہ کہنے سے جیسمین مان جائے گی مگر ایسا نہیں تھا۔ وہ کبھی بھی اپنے دین کے نام پہ کوئی جوا نہیں کھیلنا چاہتی تھی۔

''میں نے آپ سے کہا ہے کہ ایسے نہیں ہوتا۔ آپ میری وجہ سے اسلام قبول نہ کریں۔ میں آپ کو اسلام کا مذاق اڑاتے نہیں دیکھنا چاہتی۔ آپ پلیز آئندہ مجھ سے مت ملیے گا۔'' وہ پھر سے آگے بڑھ گئی۔ سٹیفن اس بار آگے نہیں بڑھا تھا۔ اسے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔

عیسائیت......اسلام......جیسمین......مام......مام......جیسمین......اسلام......عیسائیت......

وہ یہ بات تو سمجھ ہی چکا تھا کہ جیسمین اپنا مذہب ہرگز تبدیل نہیں کرے گی اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر اس نے اپنے مام ڈیڈ سے مذہب کی تبدیلی کی بات کی تو وہ بھی ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ اسے مذہب تبدیل کرنے پہ کوئی اعتراض نہیں تھا۔ وہ پہلے ہی کوئی زیادہ مذہبی انسان نہیں تھا۔ اسلام قبول کر کے بھی وہ ایسے ہی غفلت کی زندگی گزار سکتا تھا۔ جیسمین نے تو اسے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اسلام کو مذاق نہیں بنائے گی۔ وہ اسلام کے بارے میں متجسس ہو رہا تھا۔ اسے اسلام کے بارے میں جاننا تھا۔ اسے اسلام کو explore کرنا تھا اور صرف جیسمین ہی تھی جو اس بارے میں اسے کچھ بتا سکتی تھی۔ اس نے اس سے ملنے کا فیصلہ کیا تھا۔

''آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں۔'' وہ اپنے ہاسٹل سے نکلی تھی۔ اس نے سٹیفن کو کھڑے دیکھ لیا تھا مگر وہ اسے نظر انداز کرتی آگے بڑھ گئی تھی۔ سٹیفن کو اس سے یہ امید نہیں تھی۔ وہ اس سے دو قدم پیچھے تھا جب اس کی بات پہ جیسمین رک گئی۔ وہ پلٹ گئی تھی۔

''مجھے اسلام کے بارے میں جاننا ہے۔'' اس نے اپنی بات دہرائی۔ جیسمین کو ابھی بھی لگ رہا تھا کہ وہ محض اسے حاصل کرنے کے لیے ہی ایسے کر رہا ہے۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ شادی کر کے وہ اسی طرح غفلت میں رہے گا۔ وہ اسلام کو کبھی سنجیدگی سے نہیں لے گا۔ وہ بس نام کا مسلمان بن جائے گا۔ وہ یہی تو نہیں چاہتی تھی کیونکہ ایسے تو ساری زندگی وہ خود کو معاف نہ کر پاتی۔

''میں آپ کو ایک جگہ کا پتا بتاتی ہوں۔ آپ وہاں چلے جائیں۔'' اس نے بیگ میں سے ایک چٹ نکالی اور اس پہ کچھ لکھ کر سٹیفن کی طرف بڑھایا۔ سٹیفن نے چٹ تھام لی اور جب اس نے چٹ پہ لکھے الفاظ پڑھ کر اوپر دیکھا تو جیسمین اس سے دس بارہ قدم آگے تھی۔ وہ اس بار اس کے پیچھے نہیں گیا۔ وہ ہاسٹل جانے کی بجائے، جیسمین کے دیے ہوئے پتے پہ چلا گیا۔ وہ ایک چھوٹا سا گھر تھا۔ دروازہ کھلنے پہ اس نے اپنے آنے کی وجہ بتائی اور ساتھ ہی اس نے جیسمین کا حوالہ بھی دیا۔ دروازہ کھولنے والی عورت نے اسے اندر بلایا اور اسے ایک کمرے میں بٹھا کر اندر چلی گئی۔ واپس وہ اپنے شوہر کے ساتھ آئی تھی۔ سٹیفن نے سوچا وہ مسلمان کسی سے ہاتھ نہیں ملاتے تو اس نے ہاتھ آگے نہ بڑھایا۔ دوسری طرف اس آدمی نے ہاتھ آگے بڑھایا اور بہت اچھے طریقے سے ملا تھا۔ سٹیفن کو پھر سے حیرت ہوئی۔

''وہ اس لیے کہ مسلمان لڑکی کسی غیر مرد سے ہاتھ نہیں ملاتی۔'' سٹیفن کے سوال پہ انہوں نے بتایا۔ وہ بہت خوش اخلاق تھے۔ سٹیفن کو اندازہ ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اسلام کے بارے میں پوچھا۔ آدمی نے اسے اسلام کا مکمل تعارف دیا۔ سٹیفن کے لیے یہ باتیں نئی تھیں۔ وہ جیسے جیسے سن رہا تھا اسے لگا اس کے اندر کوئی روح پھونک رہا ہے۔ وہ نہایت توجہ سے ان کی ساری باتیں سن رہا تھا۔ وہ اللہ کا تعارف کروا رہے تھے۔ وہ اللہ کے بارے میں جان رہا تھا۔ وہ پیغمبر کے بارے میں بتا رہے تھے۔ وہ اسلام کے احکامات کے بارے میں بتا رہے تھے۔ وہ سن رہا تھا۔

دوسری طرف جیسمین نے آج بھی اللہ سے اس کی ہدایت کی دعا کی تھی۔ وہ اسے حاصل کرنے کے لیے ایسا نہیں کر رہی تھی۔ وہ بس چاہتی تھی کہ اس کی وجہ سے کوئی مسلمان ہو جائے۔شادی بعد کی بات ہے۔

سٹیفن نے سارا دن انہی کے ہاں گزارا تھا اور......وہ اسلام میں داخل ہونے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

''صرف جیسمین کی وجہ سے یہ مت کرو۔ جب تک تمہارا اپنا دل نہیں مانتا تب تک نہ کرو۔ یہ میرا مشورہ ہے۔'' ان کی بات پہ سٹیفن نے اثبات میں سر ہلایا تھا، فقط......

☆☆☆☆☆

''یہ سب کیا ہے؟''

لیڈی مہر اپنے سامنے کھڑے سٹیفن اور اس کے ساتھ کھڑی لڑکی کو دیکھ کر طیش میں آ گئی تھیں۔ وہ ہرگز بھی یہ توقع نہیں کر رہی تھیں کہ سٹیفن اتنا بڑا اقدام اٹھالے گا اور وہ بھی ایک لڑکی کے لیے۔ وہ بے حد غصے میں تھیں۔ انہیں اپنا خون کھولتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ان کی اولاد نے ان سے پوچھے بغیر اتنا بڑا اقدام اٹھالیا تھا۔ وہ ایک لڑکی کے ساتھ آیا تھا اور......اسے اپنی بیوی کہہ رہا تھا۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ لیڈی مہر نے خود سے سوال کیا تھا۔ کیا کمی رہ گئی تھی ان کی تربیت میں کہ ایک عام سی لڑکی نے سٹیفن کو اس کا مذہب بدلنے پہ مجبور کر دیا تھا۔ آخر کیوں لیڈی مہر نے اس کے مذہب پہ اتنی توجہ نہیں دی تھی کہ وہ اتنا بڑا اقدام اٹھا چکا تھا؟ لیڈی مہر کا اشتعال ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔

سٹیفن لگاتار ایک مہینہ اس گھر میں جاتا رہا تھا۔ وہ اسلام کو سمجھ رہا تھا۔ اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ اسلام اصل میں کیا ہے۔ اس نے اپنے دل کو اس طرف مائل ہوتے دیکھا تھا۔ دماغ کو دلیلیں دیتے دیکھا تھا تو ہی تو وہ اسلام قبول کر چکا تھا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب اس کے دل نے جیسمین کو ایک طرف رکھ دیا تھا۔ وہ جان چکا تھا کہ جیسمین کو حاصل کرنے کے علاوہ بھی کوئی بات ہے جو اسے اسلام سے اتنا قریب کر رہی ہے۔ جیسمین سے شادی کرنا اب دوسرے نمبر پہ تھا۔ اس نے جیسمین سے ایک مہینہ بات نہیں کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ پھر جب اس نے اسلام قبول کر لیا تھا تو اس کے بھی تین ہفتوں کے بعد ہی اس نے جیسمین کے حوالے سے بات کی تھی۔ انکل آنٹی جیسمین سے اس بارے میں بات کر چکے تھے۔ وہ جان چکے تھے کہ سٹیفن اسلام کے ساتھ کوئی مذاق نہیں کر رہا۔ وہ حقیقت میں اسلام کو تسلیم کر چکا تھا۔ اس کا دل پاک تھا۔ دونوں کا نکاح اسی گھر میں ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اپنے والدین کو بتائے بغیر اتنا بڑا اقدام اٹھا رہا ہے مگر اب وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سفر مشکل ہے۔ وہ یہ سفر کرنے کے لیے تیار تھا۔ جیسمین بھی اس کے ساتھ تھی۔ نکاح کے بعد ایک ہفتے تک وہ اسی گھر میں رہے تھے۔ پھر اس نے اورفن ایج آنے کا فیصلہ کیا۔ اسے یہ جنگ بھی لڑنی تھی۔ وہ اس وقت اپنے والدین کے سامنے اپنے مذہب کی تبدیلی اور اپنی شادی کے بارے میں بتا رہا تھا۔

''یہ سب کیا ہے؟''

''مام......'' وہ آگے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر گریسن نے اسے روک دیا۔

''یہ سب کیوں کیا؟'' گریسن کا دکھ بھرا انداز......

''مام۔ میں خود کو اس سب سے پیچھے نہیں کر پایا۔ میں اس حقیقت کو ٹھکرا نہیں سکتا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے۔'' اس نے کہا۔

''کیا کہہ رہے ہو تم؟'' وہ گلا پھاڑ کر بولیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ جیسمین کو دنیا سے غائب کر دیں۔ آخر وہ تھی ہی کون؟ ایک عام سی لڑکی...... ایک ایسی لڑکی جس نے ایک ماں سے اس کا بیٹا چھین لیا ہے......

''یہ میری زندگی ہے۔ مجھے اپنے فیصلے کرنے کا پورا پورا اختیار ہے۔'' اس کی بات پہ لیڈی مہر خاموش ہو گئیں۔ اب کہنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔

''جیسمین میری بیوی اور آپ کی بہو ہے۔ وہ یہیں رہے گی۔ آپ کو ہم دونوں سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ ہم دونوں کبھی ایسا موقع نہیں دیں گے۔ آئی ایم سوری کہ میں نے آپ کا دل دکھایا ہے مگر...... سوری۔ میں یہ سب نہیں چھوڑ سکتا۔ اب یہی میری زندگی ہے۔'' وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اس نے اور جیسمین نے کبھی کوئی ایسا موقع ہی نہیں دیا تھا کہ لیڈی مہر کو شکایت ہوتی۔

لیڈی مہر کے دل میں بال آ گیا تھا جو کبھی گیا ہی نہیں۔ وہ جیسمین سے نفرت کرنے لگی تھیں۔ سٹیفن نے سو سے زائد بار ان دونوں سے معافی مانگی تھی۔ گریسن نے اسے جلد ہی معاف کر دیا تھا مگر لیڈی مہر کو منانے میں اسے کافی مہینے لگے۔ جو بھی تھا، سٹیفن ان کا بیٹا تھا۔ اکلوتا بیٹا۔ ماں کی محبت اتنی کمزور نہیں ہوتی کہ وہ اولاد کی غلطیوں کو معاف نہ کر سکے۔ وہ اسے معاف کر چکی تھیں البتہ وہ جیسمین سے کبھی اپنی نفرت میں کمی نہ لا سکیں۔ وہ اسے سٹیفن کے سامنے اچھے سے بلاتی تھیں اور اس کی غیر موجودگی میں اسے طعنے دیتی تھیں جسے جیسمین ہمیشہ مسکرا کر ٹال دیا کرتی تھی۔ وہ کبھی بھی جواب نہیں دیتی تھی۔ اس نے کبھی سٹیفن کو شکایت بھی نہیں لگائی تھی۔ وہ بہت اچھی تھی۔ لیڈی مہر اس کے صحیح کام میں بھی نقص نکالتی تھیں۔ اس نے کبھی اس بات پہ بھی اعتراض نہیں کیا تھا۔

''تم نے یہی منتر پڑھ کر میرے بیٹے کو اپنے قابو میں کیا ہے ناں۔'' وہ جب اسے قرآن پڑھتا دیکھتیں تو یہی کہتی تھیں۔ جیسمین نے ان کے سامنے قرآن پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کبھی بھی کوئی اس کے دین کے بارے میں کچھ کہے۔

دوسری طرف گریسن اسے تسلیم کر چکے تھے۔ وہ اس کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آتے تھے اور اس کے ساتھ مذاق بھی کر لیا کرتے تھے۔ ایسا لیڈی مہر کی غیر موجودگی میں ہوتا تھا۔ وہ بھی لیڈی مہر کو غصہ دلانے والے کام نہیں کرتے تھے۔ گریسن کے علاوہ انجلین بھی جیسمین کے بہت قریب ہو گئی تھی۔ اسے احساس تھا کہ جیسمین اچھی ہے البتہ اس نے کبھی لیڈی مہر کے سامنے ایسی بات نہیں کی تھی۔ وہ دونوں سہیلیاں بن چکی تھیں۔ وہ ساتھ ساتھ ہی سارے کام کرتی تھیں۔ لیڈی مہر اب کوئی کام نہیں کرتی تھیں۔ انجلین بڑی ہو چکی تھی اور اب اسے جیسمین کی صورت میں ایک دوست اور مددگار مل گیا تھا۔

سٹیفن اس سارے معاملے پہ کچھ نہیں بولتا تھا۔ اس نے جیسمین کو بتا دیا تھا کہ مام ایسا رویہ رکھ سکتی ہیں۔ اس نے اب کبھی لیڈی مہر سے جیسمین کی معافی کے بارے میں بھی کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ جانتا تھا، جتنا وہ اس بارے میں بات کرے گا، بات اور پھیلے گی کیونکہ اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ لیڈی مہر جیسمین کو پسند نہیں کرتیں۔ انجلین اور گریسن کا وہ شکریہ ادا کرتا رہتا تھا کہ وہ جیسمین کو تسلیم کر چکے تھے۔ وہ

لیڈی مہر کی بہت خدمت کرتا تھا۔ پہلے سے زیادہ ان کے ساتھ وقت گزارتا تھا۔ وہ اب بھی پہلے کی ہی طرح ان سے باتیں کرتا تھا اور ایسے ہی مذاق کرتا تھا۔ لیڈی مہر اس کے ساتھ تو ٹھیک تھیں۔ وہ ان کی اولاد جو تھا۔ اس کی پڑھائی ختم ہو چکی تھی اور اب وہ فورکس میں ہی جاب کرتا تھا۔ جیسمین اپنی پڑھائی چھوڑ چکی تھی۔

☆☆☆☆☆

اورفن ایج ویسا ہی تھا۔

اس کے مکینوں کی زندگیاں بدل گئی تھیں۔

بروس اکثر یہاں آیا کرتا تھا۔ جب زیادہ سامان ہوتا تو وہ اور گریسن دونوں ہی گاڑی میں رکھ کر ساتھ جایا کرتے تھے۔ اس دن بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ بارش اپنے زوروں پہ تھی۔ گریسن گاڑی چلا رہا تھا۔ بروس پچھلی سیٹ پہ بیٹھا تھا۔ اس نے سامان کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا کیونکہ پہاڑی سے اترتے ہوئے گاڑی کی رفتار زیادہ ہو جاتی ہے اور سامان گرنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس وقت بھی گاڑی کی رفتار تیز تھی۔ ایک موڑ آیا اور......اس وقت....... . . گریسن کا ہاتھ سٹیرنگ وہیل سے پھسلا......گاڑی مڑنے کی بجائے سیدھی ہی رہی......سامنے کھائی تھی......گاڑی آگے بڑھتی گئی۔ خراب راستے سیبل کھاتی، بے قابو ہوتی وہ دوکلابازیاں کھاتی نیچے گر گئی تھی۔ وہ الٹی ہو چکی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا گریسن......خون میں لپٹی لاش بن چکا تھا۔ وہ مر چکا تھا۔ اسی وقت اس کی موت ہو گئی تھی۔ شیشہ ٹوٹ کر گریسن کے چہرے اور سر میں پیوست ہو چکا تھا۔ وہی وہ وقت تھا جب لیڈی مہر کی زندگی کا مضبوط ترین ستون گر چکا تھا۔

بروس......وہ بچ گیا تھا۔ اگلی سیٹ نے اسے بچا لیا تھا۔ شیشہ اسے بھی زخمی کر چکا تھا۔ وہ پہلے خود باہر نکلا اور پھر گھوم کر گریسن کی طرف آیا۔ اسے لگا گریسن بے ہوش ہے مگر جب اس نے......گریسن کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر اپنی طرف کیا تو......خون آلود چہرہ اور کھلی آنکھیں......سب کچھ بنا بولے ہی کہہ گئی تھیں۔ بروس کو یقین نہ آیا۔ وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ گریسن مر چکا ہے اور اس کے سامنے گریسن......وہ رو دیا۔ وہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ گریسن اس کا بھائی تھا۔ اس کا دوست تھا۔ اس کا رازداں تھا۔ وہ اب نہیں رہا۔ وہ مر چکا ہے۔ بروس نے اس کا چہرہ شیشوں سے پاک کیا۔ دفعتاً اسے احساس ہوا کہ بونٹ میں سے دھواں نکل رہا ہے۔ اسے خطرہ نظر آ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ گاڑی دھماکے کا شکار ہوتی، اس نے گریسن کو جیسے تیسے باہر نکال لیا تھا۔ وہ بہت ہمت سے یہ سب کر رہا تھا۔ اس کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ جس طرح زخمی بروس کو گریسن نے گود میں اٹھایا تھا، بالکل اسی طرح زخمی بروس نے مردہ گریسن کو اپنی گود میں اٹھایا تھا۔ وہ گاڑی سے دور ہوتا گیا۔ جتنا تیز ہو سکا، وہ چلتا رہا۔ گریسن کی کھلی آنکھوں کو دیکھ کر وہ ہمت کھوتا جا رہا تھا مگر وہ پھر بھی چلتا رہا۔ اسے چڑھائی چڑھنی تھی۔ خوش قسمتی سے اسے چھوٹا راستہ مل گیا تھا۔ وہ جیسے ہی اوپر پہنچا، اسے اپنے عقب سے دھماکے کی آواز سنائی دی۔ اس نے آنکھیں میچ لی تھیں۔ اس کے آنسو گریسن کے خون آلود چہرے پہ بھی گر رہے تھے۔ دھماکے کی آواز سے پرندے سہم کر اڑ گئے تھے۔ گاڑی جل گئی تھی۔

بروس نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور گریسن کی کھلی آنکھیں بند کیں۔ وہ مسلسل دبی آواز میں رو رہا تھا۔ وہ گریسن کو اٹھا کر اورفن

اتیج لے آیا اور اس کی لاش کو ہال میں رکھ دیا۔ ابھی آدھا گھنٹہ پہلے ہی تو وہ دونوں یہاں سے صحیح سلامت گئے تھے۔ ابھی تو انہوں نے راستے میں کوئی بات بھی نہیں کی تھی۔ بروس اسے رابرٹ کی شرارتوں کے بارے میں بتانا چاہتا تھا مگر ایسی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔ موت نے گریسن کو وقت ہی نہیں دیا تھا کہ وہ کوئی بات سنتا۔

''لیڈی مہر...... سٹیفن...... انجلین...... جیسمین......'' وہ روتے ہوئے اونچی اونچی آوازیں دے رہا تھا۔ سب اس کی آواز سن کر باہر آ گئے تھے۔ لیڈی مہر نے جب گریسن کے خون آلود چہرے کو دیکھا تو بھاگتی ہوئی اس تک آئیں۔

''گ...... گر...... گریسن......'' وہ ششدر تھیں۔ ان کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ وہ زمین پہ بیٹھ گئیں اور حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بروس کو دیکھا جو روتا جا رہا تھا۔ بروس ان کی آنکھوں میں آئے سوالوں کو سمجھ رہا تھا۔

اس نے نفی میں سر ہلانا شروع کر دیا۔

''کیا کہہ رہے ہو تم؟'' ان کی آنکھیں...... وہ گریسن کے چہرے پہ لگے خون سے بھی زیادہ لال تھیں۔ ''بتاؤ بروس......'' وہ چیخیں۔ سب وہاں آ چکے تھے۔ سب حیران تھے۔ بے یقین تھے۔ ششدر تھے۔

''گاڑی کھائی میں گر گئی اور......''

''کیسے......'' وہ بنا لب ہلائے بولیں۔ وہ جیسے بروس کی طرف سے کوئی اچھا جواب سننا چاہتی تھیں۔ دانتوں کو آپس میں سختی سے جوڑ کر انہوں نے آنسوؤں کو بہنے سے روکا۔ وہ یقین نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ وہ آنسوؤں کو باہر آنے دینا نہیں چاہتی تھیں۔

بروس کے پاس الفاظ نہیں تھے۔ وہ روتا گیا۔ اب اس سوال کا جواب بے معنی ہی تھا۔

لیڈی مہر دھیرے دھیرے نفی میں سر ہلانے لگیں۔ دانت پیسنے کے باوجود آنسو گر گئے۔ پھر انہوں نے نہ روکا اور ایک سمندر ہی تو بہہ نکلا تھا۔ سٹیفن اور انجلین بھی اسی کیفیت سے گزر رہے تھے۔ جیسمین نے سٹیفن کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ لیڈی مہر چیخ چیخ کر رو رہی تھیں۔ سٹیفن ان کے پاس گیا اور انہیں کندھے سے تھام کر اپنے ساتھ لگایا۔ لیڈی مہر روتی رہیں۔ جیسمین بھی روتی ہوئی انجلین کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔

''گریسن......'' لیڈی مہر اسے پکار رہی تھیں جس نے اب کبھی جواب نہیں دینا تھا۔ جب ان کی ماں فوت ہوئی تھی تو بھی وہ ایسے ہی روئی تھیں۔ اب گریسن بھی انہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ وہ بار بار اپنا سر نفی میں ہلاتی رہیں۔ شاید کہ یہ سب جھوٹ ہو۔ شاید کہ یہ خواب ہو۔ شاید کہ وہ آنکھیں کھولیں تو سب ٹھیک ہو جائے، پر نہیں...... جو سامنے تھا وہی سچ تھا۔ وہی حقیقت تھا۔ وہ نہیں بدلے گا۔ کبھی نہیں......

وہ چاروں گریسن کے ٹھنڈے پڑتے وجود کے گرد بیٹھے تھے۔

سب کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

☆☆☆☆☆

''میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی انجلین۔''

گریسن کو دفن کر دیا گیا تھا۔ لیڈی مہر، انجلین کے ساتھ ہی اپنے کمرے میں تھیں۔ پورے کمرے میں زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ انجلین کے پاس ان کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ گریسن اس کے بھی بہت قریب تھا۔ اسے باپ کی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ وہ بیٹیوں کی طرح اس کا خیال رکھتا تھا۔ انجلین کو لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ ان کے لیے پرائی ہے۔

دروازہ ہلکی سی دستک کے بعد کھلا اور سرخ آنکھیں لیے سٹیفن اندر داخل ہوا۔ وہ دونوں ماں بیٹا گلے لگ کر ایک بار پھر سے رونے لگے تھے۔ ان دونوں کا دکھ سانجھا تھا۔

''بہت جلدی...... بہت جلدی تھا یہ سٹیفن۔'' وہ روتے ہوئے بولیں۔ سٹیفن کے پاس بھی کوئی جواب نہیں تھا۔ انجلین روتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی اور وہ دونوں بیٹھے، گریسن کی یاد میں آنسو بہاتے رہے۔

☆☆☆☆☆

دن ایسے ہی گزرتے رہے۔

جانے والے کا دکھ کبھی کم نہیں ہوتا، بس انسان اپنے آنسو قابو کرنا سیکھ جاتا ہے۔ ان سب نے بھی یہ سیکھ لیا تھا۔ وہ اب پہلے کی طرح نہیں روتے تھے۔

اورفن اسٹیج میں نو بیاہتا جوڑا اپنے آنے والی اولاد کی خبر سن کر بہت خوش ہوا۔ ایسے لگا جیسے شدید چوٹ کے بعد مرہم لگ گیا ہو۔ ظاہر ہے، سٹیفن اپنے باپ کو یاد تو بہت کرتا تھا مگر اس نے بھی آنسو قابو کرنے کا فن سیکھ لیا تھا اور جب شریکِ حیات، شریکِ دکھ بھی بن جائے تو انسان کا درد آدھا ہو جاتا ہے۔

لیڈی مہر بہت اداس تھیں۔ وہ اب اورفن اسٹیج کا کوئی بھی کام نہیں کرتی تھیں۔ انجلین اور جیسمین نے انہیں منع کر دیا تھا۔ وہ دونوں ہی سارے اورفن اسٹیج کا کام کرتی تھیں۔ جیسمین کے حاملہ ہونے پہ بھی لیڈی مہر کا دل اس کی طرف سے نرم نہ ہوا تھا۔ جب سٹیفن نے انہیں یہ خبر سنائی تو صاف ظاہر تھا کہ وہ مصنوعی خوشی ہے۔

''آپ دادی بننے والی ہیں مام......'' اس نے خوشی سے بتایا تھا پر لیڈی مہر کے چہرے پر کوئی خوشی نظر نہ آئی تھی۔

''آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟'' بے تاثر چہرہ دیکھ کر اس نے پوچھا۔

''نہیں......'' وہ اتنا ہی کہنا چاہتی تھیں مگر اپنی اولاد کا دل رکھنے کے لیے پورا جملہ بولا۔ ''میرا وہ مطلب نہیں تھا۔'' جب کہ وہی مطلب تھا۔

''تم خوش ہو تو میں بھی خوش ہوں۔'' وہ زبردستی مسکرائیں۔ وہ تو ناخوش تھیں۔ وہ تو اس شادی سے ہی ناخوش تھیں۔

''چلیں پھر آئیں۔ اوپر چلتے ہیں۔ مجھے آپ کو کچھ دکھانا ہے۔ میں نے کمرہ سجایا ہے۔ جیسمین اور میں اب اوپر رہیں گے۔ چلیں میرے ساتھ......'' اس نے خوشی سے کہا۔ دوسری طرف لیڈی مہر یہ سوچنے لگیں کہ اسے انکار کیسے کریں؟

''میں......میں ابھی کام کر رہی ہوں۔ بعد میں دیکھوں گی۔'' جان چھڑانے والے انداز میں کہا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور بولتا، وہ

کمرے سے باہر چلی گئیں۔

ہال میں کھڑی ہوکر نفرت بھری نگاہوں سے اوپر والے کمرے کو دیکھا۔

''میں تمہیں کبھی خوش نہیں رہنے دوں گی۔'' وہ بڑبڑائیں۔ غصے میں بھی آنسو ان کے گالوں کو بھگو رہے تھے۔

وہ چاہتی تھیں کہ یہ اولاد کبھی ان دونوں کے سامنے نہ آئے۔

☆☆☆☆☆

وہ جیسمین کو لے کر فورکس آ گئے تھے۔ ہسپتال میں زیادہ رش نہیں تھا۔

جیسمین کے قدموں تلے جنت آ گئی تھی۔ ابوبکر (سٹیفن) بہت زیادہ خوش تھا۔ لیڈی مہر مجبوری میں وہاں آئی تھیں، ورنہ انہیں یہ سب دیکھنے کا ذرا بھی شوق نہیں تھا۔ سٹیفن انہیں جیسے زبردستی لے کر آیا تھا۔ وہ ہمیشہ چاہتا تھا کہ اس کی ماں ہر موقع پر اس کے ساتھ ہو۔ لیڈی مہراب کسی سے بھی زیادہ بات چیت نہیں کرتی تھیں۔ وہ بہت چڑچڑی ہوگئی تھیں۔ کچھ عمر کا تقاضا تھا اور کچھ زندگی کی تلخیاں...... تلخ حالات انسان کو بدل ہی دیتے ہیں۔ وہ انجلین سے بھی زیادہ بات نہیں کرتی تھیں۔ انجلین ہی ان سے باتیں کرتی تھی اور وہ ہوں ہاں میں ہی جواب دیا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ وہ کوئی بات نہیں کرتی تھیں۔ جیسے ان کی ساری باتیں گریسن کے ساتھ ہی ختم ہوگئی تھیں۔ انجلین اس طرف سے بھی پریشان تھی۔ جیسمین اس کی پریشانی کو سمجھتی تھی اسی لیے وہ اس کے اور قریب ہوگئی تھی۔ انجلین ہسپتال نہیں آئی تھی۔ وہ جیسمین اور اس کے آنے والے بچے کے لیے تیاریاں کر رہی تھی۔

ہسپتال میں کھڑیں لیڈی مہر، دل ہی دل میں کوئی منصوبہ بنا رہی تھیں۔ جیسمین اندر تھی۔ سٹیفن خوشی اور فکرمندی سے باہر چکر لگا رہا تھا۔ لیڈی مہر کے لیے یہ سب کچھ بہت تکلیف دہ تھا۔ وہ سمجھتی تھیں کہ جیسمین کی وجہ سے سٹیفن ان سے دور ہو گیا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ وہ بہت مشکل سے جیسمین کا وجود اپنے گھر میں برداشت کرتی تھیں۔ وہ ابھی خیالوں میں کچھ بن رہی تھیں جب کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک سانولی رنگت والی نرس باہر نکلی۔

''سوری۔ آپ کا بچہ نہیں بچ سکا۔'' اس نے افسردگی سے کہا اور آگے بڑھ گئی۔

سٹیفن کو لگا اس نے قیامت سے پہلے قیامت دیکھ لی ہے۔ وہ بہت رویا۔ وہ لیڈی مہر کے ساتھ لگ کر بہت رویا تھا۔ اتنا تو وہ گریسن کے مرنے پہ بھی نہیں رویا تھا۔ سچ کہتے ہیں، اولاد کی تکلیف سب سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ لیڈی مہر کو بھی اس کی حالت دیکھ کر دکھ ضرور ہوا تھا۔ جیسمین کی طرف سے انہیں جیسے خوشی ہوئی تھی کہ سٹیفن کو ان سے چھیننے کا بدلہ پورا ہو چکا ہے۔ ان کی دعا ہی تو قبول ہوئی تھی۔ بددعا......

سٹیفن روتے ہوئے اندر گیا۔ لیڈی مہر بھی پیچھے تھیں۔ وہ پلنگ پہ لیٹی تھی۔ وہ منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بہت خوشی تھی پر سٹیفن کو ایسے دیکھ کر وہ بہت پریشان ہوگئی تھی۔

''کیا ہوا ابوبکر؟''

’’اللہ ہمیں صبر دے جیسمین ۔‘‘ اس نے کہا اور جیسمین کا ہاتھ تھام کر اپنا سر اس کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔

ایک لمحہ بہت زیادہ تھا جیسمین کو بات سمجھنے میں......وہ بے یقینی سے دیکھتی رہی۔ اس نے کیا کیا خواب دیکھے تھے۔ کیا کیا سوچ رکھا تھا۔ مگر......قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرے اور تکیے میں جذب ہو گئے۔ اور......پھر......آنسو نکلنا بند ہو گئے تھے۔

سٹیفن کتنی ہی دیر اسی طرح بیٹھا رہا۔ لیڈی مہران دونوں سے ذرا پیچھے کھڑی تھیں۔ کافی دیر جیسمین کچھ نہ بولی، نہ ہی اس کے ہاتھ میں کوئی حرکت ہوئی۔ اس نے اٹھ کر آنکھیں رگڑیں اور جیسمین کو دیکھا جو آنکھیں بند کیے، مسکرا رہی تھی۔

’’جیسمین ......‘‘ اس نے پکارا۔

جواب ندارد......

اس نے جیسمین کا ہاتھ ہلایا۔

تب اسے احساس ہوا کہ اس کے ہاتھ میں جان ہی نہیں ہے۔

سٹیفن نے حقیقی معنوں میں قیامت دیکھ لی تھی۔ اس نے آنسو برساتی آنکھیں میچ لیں۔ جیسمین کا بے جان ہاتھ لبوں سے لگایا اور......

سب ختم......اتنی ہی کہانی تھی ان دونوں کی......

’’جیسمین ......‘‘ وہ رو دیا۔ قیامت......

جیسمین اللہ کی طرف لوٹ چکی تھی۔ اسے گہرا صدمہ ملا تھا۔ اس کے چہرے پہ بے پناہ سکون تھا۔ وہ مسکرا بھی رہی تھی۔ شاید اس نے جنت کا دروازہ اپنے لیے کھلتا دیکھ لیا تھا۔ شاید اسے اپنی آگے کی زندگی بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ جتنی خوبصورت وہ خود تھی، اس سے کہیں زیادہ......

لیڈی مہر بھی ششدر تھیں کہ جیسمین ایک دم......

☆☆☆☆☆

سٹیفن نے اپنی اولاد کو دیکھا تک نہیں تھا۔ اسے صرف اتنا معلوم تھا کہ بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ جیسمین کی موت کا سن کر وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ لیڈی مہر نے اپنی پوتی کا سارا کام نرسوں کے سپرد کر دیا تھا۔ انہوں نے بھی اپنی پوتی کا چہرہ تک نہیں دیکھا تھا۔ وہ سٹیفن کی وجہ سے پریشان تھیں اور سٹیفن اپنی اولاد اور بیوی کے ایسے آناً فاناً فوت ہونے کی وجہ سے صدمہ میں تھا۔ ڈاکٹر نے لیڈی مہر کو دعا کرنے کا کہا تھا کیونکہ سٹیفن کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ وہ کافی دیر سے بے ہوش تھا۔ لیڈی مہر کو احساس ہوا تھا کہ اولاد کی تکلیف کیا ہوتی ہے کیونکہ اس سے قبل انہیں کبھی ایسی صورتِ حال کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ وہ دعائیں کرنے لگیں۔ وہ سمجھ سکتی تھیں کہ سٹیفن اس حالت میں کیسے پہنچا ہے۔ وہ خود بھی ایک ماں تھیں۔

جیسمین کو ابھی دفن نہیں کیا گیا تھا۔ سٹیفن کبھی بھی یہ برداشت نہ کر پاتا۔ وہ اسلام کے مطابق ہی ہر کام کرنا چاہتا تھا۔ اگر لیڈی مہر اسے ایسے ہی دفن کر دیتیں تو لازمی تھا کہ سٹیفن غصہ کرتا اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس کی طبیعت مزید بگڑ جاتی۔ لیڈی مہر اب سٹیفن کو کسی بھی تکلیف سے دور رکھنا چاہتی تھیں۔ یہی صدمہ اس کے لیے جان لیوا تھا۔

''جیسمین ......'' وہ کتنی دیر بعد ہوش میں آیا، اسے یہ اندازہ نہیں تھا۔ اٹھتے ساتھ ہی اس نے جیسمین کا نام لیا تھا۔ اسے ہوش میں آتا دیکھ کر لیڈی مہر کو دلی سکون ملا تھا مگر جیسمین کا نام سن کر وہ......

''مام کہاں ہے وہ؟'' اس نے پوچھا۔ وہ اٹھنے لگا تھا پر لیڈی مہر نے اسے روکا۔

''ادھر ہی ہے۔'' سرد سا جواب......

''اور میری بیٹی؟''

''اسے دفن کر دیا ہے۔'' لیڈی مہر نے بتایا۔ ''نرس بتا رہی تھی کہ اس کی حالت خراب تھی۔'' یہ فقرہ بہت مشکل سے ادا ہوا تھا کیونکہ وہ اولاد کا دکھ سمجھتی تھیں۔

سٹیفن نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور منہ میں کچھ پڑھا۔ لیڈی مہر نے کبھی سٹیفن کو اتنی تکلیف میں نہیں دیکھا تھا۔ وہ اندر تک ہل چکا تھا۔ اس کی دنیا بسنے سے پہلے ہی اجڑ گئی تھی۔ ایک انسان کی حالت ایسے حالات میں ایسی ہی ہوتی ہے۔ وہ تو حیوان ہوتا ہے جس پہ اچھا برا کچھ بھی اثر نہیں کرتا۔

☆☆☆☆☆

اورفن ایج کے قریب ہی ایک جگہ جیسمین کو دفن کر دیا گیا تھا۔ لیڈی مہر روایت کے مطابق ایک گلدستہ لے آئی تھیں۔ سٹیفن نے اس کی قبر کے سرے پہ ایک پودا لگا دیا تھا۔ اس نے یہ کام بھی بہت ہمت سے کیا تھا۔ اس کے آنسو ایک پل کو بھی نہ تھمے تھے۔ اس نے جیسمین کو قبر میں اتارا تھا۔ اس نے اس کا کفن ٹھیک کیا تھا۔ اس نے اس کے بے جان وجود کو مٹی کے سپرد کیا تھا۔ اس نے اس پہ مٹی ڈال دی تھی۔ وہ آج کے بعد کبھی نظر نہیں آئے گی۔ وہ کبھی اس سے بات نہیں کر سکے گا۔ وہ اب کبھی اس کی آواز نہیں سن سکے گا۔ وہ اب کبھی......کبھی بھی نہیں......

وہ وہیں بیٹھا منہ میں دعائیں پڑھتا رہا۔ ہاتھ میں اس نے ایک چھوٹی سی کتاب بھی تھام رکھی تھی جس سے دیکھ کر وہ پڑھ رہا تھا۔ ماحول میں سکوت تھا۔ یوں جیسے ہر چیز سٹیفن کے دکھ میں شریک ہو گئی تھی۔ آسمان پہ بادل بھی رونے کو تیار تھے۔

شام ڈھلی تو وہ واپس آ گئے تھے۔ جاتے ہوئے وہ بار بار مڑ کر جیسمین کی قبر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کی قبر سے ناواقف تھا۔

دو انمول رشتے......

اس نے تو ابھی صرف خوشی محسوس کی تھی۔ دیکھی نہیں تھی۔ زندگی بھی کیسے کیسے امتحان لیتی ہے۔ کسی کے آنے سے ابھی زندگی شروع ہونی تھی پر پہلے ہی ختم ہو گئی۔ انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ انسان تو بے بس ہے۔ بے بس ہونے کے باوجود پھر کس بات کی اکڑ ہے؟

☆☆☆☆☆

جب دن رات کا ساتھی آپ کے ساتھ نہیں ہوتا تو آپ کو ہر چیز کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے۔لیڈی مہر اور سٹیفن کا حال یکساں تھا۔گریسن کے بعد لیڈی مہر بھی اپنے کمرے میں ہی رہتی تھیں۔اسی طرح سٹیفن بھی اب اپنے کمرے میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔اس نے جاب چھوڑ دی تھی۔وہ کئی کئی دن کمرے سے باہر نہیں نکلتا تھا۔لیڈی مہر اس سے ملنے اس کے کمرے میں جاتیں۔وہ دستک دیتیں......دروازہ کھلتا......سٹیفن کو دیکھتیں......وہ اپنی ماں کو دیکھتا......اور بس......دروازہ بند......دونوں واپس چلے جاتے تھے۔

اوپر بیٹا......نیچے ماں......

ایسا کافی دن چلتا رہا۔انجلین ان دونوں کے درمیان کھڑی تھی۔وہ خود بھی پریشان تھی اور اب ان دونوں نے ایسے خود کو کمروں میں بند کر دیا تھا۔وہ یہ سب ایسے نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔وہ ایک دن غصے میں اوپر گئی۔اس کی گوری رنگت سرخ ہو رہی تھی۔اس نے سٹیفن کے کمرے کے دروازے پہ زوردار دستک دی۔پہلے تین چار دفعہ کوئی جواب نہ آیا۔انجلین کسی انگارے کی طرح دہک رہی تھی۔

''دروازہ کھولو سٹیفن۔'' وہ غصے سے بولی۔

اس کی غصیلی آواز سن کر سٹیفن نے دروازہ کھولا۔اس کی آنکھیں رونے کے باعث سوج چکی تھیں۔رت جگے سے حلقے واضح ہو گئے تھے۔انجلین کو اسے دیکھ کر دکھ ہوا تھا۔سٹیفن کبھی بھی ایسے نہیں رہا۔

''کیا ہوا؟'' بے تأثر چہرہ لیے وہ بولا۔انجلین کے غصے کا بھی اس پہ کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

''اپنی ماں کی ہوش ہے تمہیں؟'' وہ اس وقت نرم نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

''کیا ہوا انہیں؟'' اس بار اس کے انداز میں پریشانی تھی۔

''وہ اکیلی ہیں۔ان کا بیٹا اتنے مشکل وقت میں ان کے ساتھ نہیں ہے۔تم بھول رہے ہو کہ انہوں نے بھی اپنا شوہر کھویا ہے۔انہیں تمہاری ضرورت ہے۔کیا ایسے ہوتے ہیں بیٹے؟'' وہ کہہ کر پلٹ گئی۔اس کی ہمت جواب دے رہی تھی۔اس ہنستے بستے گھر کو کیا ہو گیا تھا؟ دو جان سے عزیز لوگ اس دنیا سے چلے گئے تھے۔

سٹیفن نے اسے نیچے جاتے دیکھا۔

نیچے کمرے میں لیڈی مہر اپنے بیڈ پہ گم سم بیٹھی تھیں۔شام رات میں بدل رہی تھی۔کمرے میں زرد روشنی پھیلی تھی۔ان کے چہرے پہ چھایا دکھ،صاف نظر آ رہا تھا۔ان کے سامنے ہی کھانا رکھا تھا۔انجلین کب سے کھانا رکھ کر جا چکی تھی۔لیڈی مہر نے اسے ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔وہ سامنے دیوار پہ دیکھ رہی تھیں۔کسی چیز کی تلاش میں تھیں۔

دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو وہ ہوش میں آئیں۔سٹیفن اندر آیا تھا۔لیڈی مہر کے چہرے پہ ایک دم خوشی آ گئی تھی۔وہ فوراً اٹھ کر،تقریباً دوڑتی ہوئی اس کے پاس گئیں اور اسے گلے سے لگا لیا۔انہیں سکون ملا تھا۔سٹیفن کو بھی......

''سٹیفن۔'' وہ محبت بھرے لہجے میں بولیں۔وہ کافی دیر بعد ان کے کمرے میں آیا تھا۔وہ دونوں ہی رونے لگ گئے۔

''آئی ایم سوری مام۔'' اس نے کہا۔

پھر وہ دونوں بیڈ پہ بیٹھ گئے۔ دونوں کے درمیان کھانا حائل تھا جو انجلین چھوڑ کر گئی تھی۔

''تمہارے ڈیڈ کے بعد میں بالکل اکیلی ہوگئی ہوں۔ اوپر سے تم بھی مجھ سے بات نہیں کرتے۔ مجھے تمہاری طرف سے بھی بہت پریشانی ہے سٹیفن۔ پلیز مجھے اور دکھ مت دو۔'' انہوں نے روتے ہوئے کہا۔

سٹیفن سر جھکائے بیٹھا رہا۔

''آپ تو یہی چاہتی تھیں ناں مام کہ جیسمین مجھے چھوڑ کر چلی جائے؟ وہ چلی گئی۔ آپ کی خواہش پوری ہوگئی مام۔ آپ کی بددعا قبول ہوگئی۔'' وہ عام سے لہجے میں بولا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ یہ کیوں کہہ رہا ہے؟ لیڈی مہر نے حیرت اور شرمندگی سے سٹیفن کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا۔

''میرا ہرگز......''

جو بھی تھا۔ ہوا تو ویسا ہی جیسا آپ نے چاہا۔'' اس نے گردن اٹھائی۔ آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔ لیڈی مہر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ اپنی اولاد کی خوشی میں خوش کیوں نہ ہوئیں؟ کیوں انہوں نے سٹیفن اور جیسمین کو سزا دی تھی؟ ان کا گناہ اتنا بڑا بھی نہیں تھا۔ اس کی شادی کہیں نہ کہیں تو ہونی تھی۔ جیسمین سے ہوگئی تو کیا ہوا؟ وہ مسلمان ہو گئے تھے تو کیا ہوا؟ تو کیا ہوا؟ تو کیا ہوا؟ کاش کہ وہ یہ سب کچھ پہلے سوچ لیتیں تو آج یہ سب نہ ہوتا۔

''میں یہاں سے جا رہا ہوں مام۔ میں اب یہاں نہیں رہ سکتا۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ میں یہاں رہا تو پاگل ہو جاؤں گا۔ مجھے ہر جگہ کبھی ڈیڈ نظر آتے ہیں اور کبھی جیسمین نظر آتی ہے۔ میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ یہ جگہ...... یہ اورفن ایج...... یہ خونی اورفن ایج ہے۔ اس جگہ نے ہمیں بہت نقصان دیا ہے۔ ہم دونوں کے ساتھ اتنے کم وقت میں اتنے بڑے بڑے حادثات ہو گئے ہیں۔ میں تو آپ کو بھی یہی کہتا ہوں کہ میرے ساتھ چلیں۔ چھوڑ دیں اس سب کو۔ سارے بچے چلے تو گئے ہیں۔ یہ جگہ اچھی نہیں ہے۔ یہ گھٹیا......'' سٹیفن احتجاج کر رہا تھا۔ وہ ابھی کچھ اور بھی کہتا مگر لیڈی مہر نے ایک تھپڑ اس کے گال پہ جڑ دیا۔ وہ چپ کر گیا۔

''یہ سب...... یہ سب اس اورفن ایج کی وجہ سے نہیں ہوا۔ یہ سب تمہاری بیوی جیسمین کی وجہ سے ہوا ہے۔ پتا نہیں وہ ہر وقت کون سی کتابیں پڑھتی رہتی تھی۔ یہ سب اسی کی وجہ سے ہوا ہے۔ سب اس کی غلطی ہے۔ سنا تم نے؟ یہ اورفن ایج پہلے چرچ تھا۔ یہ خدا کی عبادت کی جگہ تھی۔ جب سے اس جادوگرنی نے یہاں قدم رکھے ہیں اس وقت سے ہی ہمارے ساتھ کچھ نہ کچھ غلط ہو رہا ہے۔ وہ ہمارے لیے منحوس ثابت ہوئی ہے۔ پہلے تو ہم ٹھیک تھے۔ یہ اپنے ساتھ ساتھ میرے شوہر کو بھی لے گئی ہے۔ یہ سب اسی کی وجہ سے ہوا ہے۔ وہ منحوس تھی۔'' لیڈی مہر بھی نہیں جانتی تھیں کہ وہ ایک دم سے ایسا کیوں کہہ رہی تھیں؟ آج انہوں نے وہ سب کہہ دیا تھا جو وہ پچھلے کچھ دنوں سے سوچ رہی تھیں۔ سٹیفن نے دکھ سے اپنی ماں کو دیکھا۔ اسے ان کے چہرے پہ جھریاں نظر آئی تھیں۔

''میں بھی وہی سب کچھ پڑھتا ہوں۔ اس کا مطلب میں بھی منحوس ہوں۔ آپ میرے ساتھ کہیں بھی رہیں، وہ جگہ بھی منحوس ہو

جائے گی۔ٹھیک ہے۔میں اکیلا ہی چلا جاتا ہوں۔آپ کو یہاں ہی رہنا ہے تو ٹھیک ہے۔مجھے ضرور بتانا اگر جیسمین اور میرے جانے سے اس جگہ نے آپ کو سکھ دیا تو۔میں اب اس جگہ میں اور نہیں رہ سکتا۔کتنا منع کیا تھا آپ کو۔مجھے شروع دن سے اس جگہ سے نفرت ہے۔''اس نے تلخی سے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''سٹیفن۔'' وہ بولیں۔

سٹیفن نے بے گانگی سے انہیں دیکھا۔''تم یہ سب چھوڑ دو۔ہم پھر سے ویسے ہی ہو جائیں گے۔''

''میں آپ کو چھوڑ سکتا ہوں مام لیکن میں اللہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔'' وہ کہہ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

ہال......زینے......کمرہ......اس نے وہاں سے ضروری سامان لیا......باہر آیا......زینے......ہال......اور دروازہ......اور فن اتیج کا داخلی دروازہ......

وہ چلا گیا تھا۔کبھی واپس نہ آنے کے لیے......

☆☆☆☆☆

لیڈی مہر نے اسے کمرے سے باہر جاتے دیکھا۔وہ کیا کہہ کر چلا گیا تھا؟ وہ یہ سب کیسے کہہ سکتا تھا؟ ان کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔اتنی سفاکی سے وہ یہ سب کہہ کر چلا گیا تھا۔میں نے اسے راتوں کو اٹھ اٹھ کر پالا ہے۔اسے کبھی رونے نہیں دیا تھا۔اس کا ہر طرح سے خیال رکھا تھا۔اسے ایک اچھا انسان بنایا تھا۔اور آج......

اسے ماں بھول گئی......

اسے کچھ بھی یاد نہیں رہا......

سب فراموش کر دیا......

اسے یاد ہے تو صرف جیسمین......

جیسمین......جو صرف کچھ ماہ ہی اس کے ساتھ رہی تھی۔

اسے اپنی ماں سے زیادہ جیسمین کی پرواہ ہے۔

جیسمین کی......اور اس کے خدا کی......

اللہ کی......

اللہ......

وہ انہی ساری باتوں کو سوچ رہی تھیں کہ انہیں باہر قدموں کی آواز آئی۔وہ جانتی تھیں کہ وہ سٹیفن ہے۔وہ جا رہا ہے۔وہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔آنکھوں سے آنسو نکلے اور گردن سے ہوتے ہوئے کپڑوں میں جذب ہو گئے۔وہ پتھر بن گئی تھیں۔ان سے اٹھا نہ گیا۔وہ اٹھنا چاہتی ہی نہیں تھیں۔وہ اسے جانے دینا چاہتی تھیں۔وہ جو انہیں ٹھکرا کر چلا گیا تھا۔اسے......

جیسمین کو لے کر کبھی انہیں کوئی شرمندگی ہوئی بھی تھی تو سٹیفن کے اس طرح جانے سے وہ شرمندگی پھر سے نفرت میں بدل گئی تھی۔اس نے لیڈی مہر سے ان کی اولاد چھینی تھی۔ٹھیک اسی طرح لیڈی مہر نے بھی......

اس وقت ان کا دل چاہا کہ وہ جیسمین کو قبر سے نکال کر اس کا برا حال کر دیں۔وہ مر کر بھی ان کی زندگیوں سے نہیں نکلی تھی۔وہ پتھر بنی رہیں۔بھاری پتھر......جو ہل نہیں سکتا......جو ہلنا نہیں چاہتا......

کھڑکی سے ہوا کا جھونکا آیا اور لالٹین میں پھڑ پھڑاتا شعلہ بجھ گیا۔کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ٹھیک اسی طرح جیسے لیڈی مہر کا دل اندھیر ہو چکا تھا۔کالا......گھپ اندھیرا......

سٹیفن جا چکا تھا۔

وہ وہیں تھیں۔

☆☆☆☆☆

''لیڈی مہر پلیز کھانا کھالیں۔آپ نے اتنے دنوں سے ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا۔''انجلین ان کے کمرے میں ان کے سامنے بیٹھی تھی۔وہ منت کرنے لگی تھی۔اسے لیڈی مہر کی بہت فکر ہو رہی تھی۔

''چلی جاؤ یہاں سے......''انہوں نے چیختے ہوئے کہا۔انجلین سہم گئی۔

''سنا نہیں تم نے؟ جاؤ یہاں سے،اور جب تک میں خود باہر نہ آؤں تم مت آنا،چاہے میں مر ہی کیوں نہ جاؤں۔''

''ایسا مت کہیں۔''انجلین کو تکلیف ہوئی تھی۔

''نکل جاؤ......''لیڈی مہر پہ اس کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔انجلین روتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

سٹیفن کو یہاں سے گئے ہوئے تقریباً ایک مہینہ ہو چکا تھا۔لیڈی مہر ٹھیک سے کھانا نہیں کھاتی تھیں۔وہ اپنے کمرے سے باہر بھی نہیں آتی تھیں۔وہ بوڑھی ہو گئی تھیں۔ان کے بالوں میں سفیدی آ چکی تھی۔آنکھوں میں غصہ اور چہرے پہ ہر وقت ناگواری رہنے لگی تھی۔

انجلین اکیلی رہ گئی تھی۔لیڈی مہر بہت سخت ہو چکی تھیں۔وہ پہلے ایک دوسرے سے اپنے دل کی باتیں کر لیا کرتی تھیں اور اب تو وہ ٹھیک سے بات تک نہیں کرتی تھیں۔انجلین مجبور تھی۔وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

بروس اور فن اب آیا کرتے تھے اور انجلین کو کبھی کسی سامان کی ضرورت ہوتی تو وہ انہیں بتا دیتی۔پچھلے کچھ عرصے سے بروس کے ساتھ لیڈی صوفیہ بھی آتی رہیں۔سٹیفن کے جانے کے بعد بھی وہ دو بار آئی تھیں اور لیڈی مہر ان سے نہیں ملی تھیں۔وہ انجلین کے پاس ہی بیٹھی رہتیں۔بروس اور صوفیہ بھی انجلین کو بیٹی ہی سمجھتے تھے۔

وقت ایسے ہی گزرتا رہا۔

سال ۱۹۲۵ آدھے سے زائد بیت چکا تھا۔ایک سال میں ہی یہ سب ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆

رات کو چیرتی جامنی روشنی، جو دھیرے دھیرے نیلگوں روشنی میں بدل رہی تھی، نے دن کو خوش آمدید کہا۔ سورج نکلنے سے آسمان پہ چھایا گہرا نیلا رنگ ہلکے نیلے رنگ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ جگہ جگہ سفید بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے، ہوا کے دم پہ ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ اورفن ایج کے اوپر آسمان بالکل صاف ہوتا اور کبھی سفید بادل ہونے کے باعث آسمان نظر ہی نہ آتا تھا۔ یہ سلسلہ ایسے ہی چلتا رہا۔ کھڑکی پہ چڑیا آکر بیٹھی اور اس کے چہچہانے کی آواز سے لیڈی مہر کی آنکھ کھلی۔ وہ عموماً ذرا دیر سے اٹھتی تھیں۔ اس وقت بھی گھڑی نو بجا رہی تھی۔

انجلین بھی اتنے بجے ہی اٹھی تھی۔ وہ کچن میں چلی گئی اور ناشتہ بنانے لگی۔ لیڈی مہر نے تو کچھ نہیں کھایا تھا۔ انجلین نے کچھ نوالے زہر مار کر لیے تھے۔

دوپہر کو گرمی میں کچھ اضافہ ہو گیا۔ نیلے آسمان سے بادل غائب تھے اور سورج عین اورفن ایج کے اوپر چمک رہا تھا۔

اورفن ایج کے بڑے سے دروازے پہ دستک ہوئی تو انجلین اور لیڈی مہر بیک وقت باہر نکلیں۔ انجلین رک گئی تھی۔ وہ لیڈی مہر کو باہر دیکھ کر خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گئی۔ لیڈی مہر نے زیادہ پرواہ نہ کی۔ لیڈی مہر نے ہی دروازہ کھولا تھا۔ اس سے پہلے دروازے پہ پھر سے دستک دی گئی تھی۔ سامنے ایک اڈھیر عمر شخص کھڑا تھا۔ زمین پہ دو ٹوکریاں پڑی تھیں۔ لیڈی مہر نے خاموش نظروں سے انہیں دیکھا۔ اس شخص کے چہرے پہ دکھ کی لکیریں تھیں۔ آنکھوں میں تنگ دستی دوڑ رہی تھی۔ لیڈی مہر سمجھ چکی تھیں۔

''یہ جارج ہے اور یہ ایزابیل۔ میں ان دونوں کا دادا ہوں۔ میرے پاس کہنے کو اور کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کا ہم پہ احسان ہے کہ......'' آنکھوں سے گرتے آنسوؤں نے انہیں بات مکمل نہ کرنے دی۔ وہ آنکھیں رگڑتے ہوئے واپس پلٹ گئے۔ وہ دور جا رہے تھے۔ انہوں نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ بار بار اپنی آنکھیں بھی صاف کر رہے تھے۔ لیڈی مہر کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔ انہیں لگا سٹیفن آیا ہے مگر یہاں تو کوئی اپنی جان کے ٹکڑوں کو مجبور ہو کر خود سے دور کرنے آیا تھا۔ وہ جارج اور ایزابیل کی ٹوکریاں اٹھائے اندر لے آئیں۔

انجلین وہی کھڑی تھی۔ بھاگ کر ان کے پاس آئی اور ان دونوں بچوں کو اٹھا لیا۔ لیڈی مہر کچھ بھی کہے بغیر اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ انجلین انہیں لیے اپنے کمرے میں آ گئی۔ وہ ہی ان کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ اسی نے انہیں پالا تھا۔ وہ جیسے ماں ہی بن گئی تھی۔

وقت بیتتا رہا۔ جارج اور ایزابیل کو یہاں آئے دو سال ہو چکے تھے۔

☆☆☆☆☆

''پہاڑی پہ بنے اورفن ایج میں کم عرصے میں دو اموات ہوئی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ قتل ہے اور کوئی کہتا ہے کہ یہ قدرتی طور پہ ہے۔ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ اس سلسلے میں ہم آپ کو جلد ہی رپورٹ کریں گے۔''

''اورفن ایج کے آس پاس بھی اموات ہو رہی ہیں۔ فورکس کے چند لوگ اورفن ایج کے گرد جنگل میں گئے تھے اور ان میں سے دو کی لاشیں ملی ہیں۔ کچھ لوگ لاپتہ ہیں۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہاں انہوں نے کسی عورت کو دیکھا ہے جو چغہ پہن کر جنگل میں پھرتی ہے۔ کسی نے اس کی شناخت نہیں کی۔ اکثر نے کہا ہے کہ وہ اورفن ایج میں ہی رہتی ہے اور وہی اس سب کے پیچھے ہے۔ حقیقت نامعلوم......''

''لیڈی مہر ہی ان سب کے پیچھے ہیں۔انہوں نے جب سے اورفن ایج بنایا ہے وہاں کا چرچ بند کر دیا ہے۔وہ خدا کی عبادت نہیں کرتیں اوراب تو وہ ان سرگرمیوں میں لگ گئی ہیں۔خدا ہمیں ان سے بچائے۔''

''اورفن ایج میں وہ عورت اب کوئی نیک عورت نہیں ہے۔وہی ہے اس سب کے پیچھے۔''

''میں نے کل رات ہی اپنی جان بچائی ہے۔میں نے بھی رات کو اورفن ایج میں سے کسی کو نکلتے دیکھا ہے۔وہ میری طرف ہی آ رہا تھا۔چال ڈھال سے وہ کوئی عورت لگ رہی تھی۔مجھے پتا نہیں وہ کون ہے لیکن میں نے سنا ہے کہ وہ لیڈی مہر ہیں۔حکومت کو چاہئے لیڈی مہر کی سرگرمیوں کا دھیان رکھے۔''

''یہ اورفن ایج خونی ہے۔اسے گرا دینا چاہئے۔''

''بھلا اتنی دور جا کر رہنا کون سی عقل مندی ہے؟ ایسے لوگ ہی پھر شیطانی کام کرتے ہیں۔''

غرضیکہ......جتنے منہ اتنی باتیں......

کسی نے بھی لیڈی مہر کو نہیں دیکھا تھا۔ہر کوئی اپنی طرف سے ہی باتیں بنا رہا تھا۔اسی وجہ سے تو اورفن ایج کو خونی کہنا شروع کر دیا تھا۔لیڈی مہر سنگدل صحیح مگر خونی......؟ ہو بھی سکتا ہے۔لیکن ایسا بھی نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆

ایک دن نینسی اور ایلس کو بھی کوئی ایسے ہی چھوڑ گیا تھا۔وہ دو سال کی تھیں۔انجلین نے انہی میں اپنا دل لگا لیا تھا۔وہ بہت زیادہ خوش ہوگئی تھی۔اس کی تنہائی بانٹنے والا کوئی تو آ گیا تھا۔انجلین کو ان کی دیکھ بھال کرتے چار سال ہو چکے تھے اور چار سالوں میں کوئی بھی انہیں گود لینے نہیں آیا تھا۔اورفن ایج کے بارے میں جو افواہیں گردش کر رہی تھیں، ایسے میں لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا ہو گیا تھا۔دوسری طرف لیڈی مہر ایسے ہی تھیں۔وہ بچوں سے زیادہ بات نہیں کرتی تھیں۔وہ جب کبھی باہر آتیں تو بچے ڈر جاتے تھے۔ہاں......لیڈی مہر نے انہیں اورفن ایج سے باہر جانے سے منع کر دیا تھا۔بچوں کو لیڈی مہر سے ڈر کے علاوہ نفرت بھی ہو رہی تھی۔

''لیڈی مہر بہت بری ہیں۔'' وہ ایزابیل تھی۔وہ انجلین کے کمرے میں تھے۔ابھی انجلین نے انہیں دوسرا کمرہ نہیں دیا تھا۔

''سچ میں۔'' ایلس نے تائید کی۔جارج اور نینسی چپ ہی رہے۔

اتنے میں دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔انجلین اندر آ گئی۔

''کیسے ہو تم سب؟'' انجلین نے مسکراتے ہوئے سب سے پوچھا اور چلتی چلتی ایزابیل کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''ہم ٹھیک ہیں۔آپ کیسی ہیں؟'' نینسی نے پوچھا۔

''میں بھی ٹھیک ہوں۔اچھا اب تم لوگ ذرا باہر جا کر کھیلو۔میں کمرہ صاف کرلوں۔'' انجلین نے کہا۔

''باہر کہاں؟ لیڈی مہر نے تو ہمیں باہر جانے سے منع کر دیا ہے۔وہ بہت بری ہیں۔'' جارج کے انداز میں ناگواریت تھی۔انجلین کو اس کی بات بہت بری لگی تھی۔

''جارج۔تمیز سے بات کرو۔وہ بڑی ہیں تم سے۔اگر وہ کہہ رہی ہیں باہر نہیں جانا تو نہیں جانا۔خبردار،آئندہ کسی نے لیڈی مہر کو ایسے کہا تو۔''انجلین غصے سے بولی اور اسی وقت ان سب کو انجلین بھی لیڈی مہر کی طرح ہی لگنے لگی تھی۔وہ اس سے خائف ہو گئے تھے۔انجلین پھر سے اکیلی رہ گئی تھی۔بچے باہر چلے گئے۔

وہ بستر سمیٹنے لگی۔''اوہ جیسمین ......تم بھی چلی گئی۔گریسن انکل بھی چلے گئے۔سٹیفن بھی یہاں نہیں ہے۔لیڈی مہر بھی میرے ساتھ نہیں ہیں۔میں......میں بالکل اکیلی رہ گئی ہوں۔''وہ کمبل کو تہہ لگاتے لگاتے وہیں بیٹھ گئی۔اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔وہ خیالی طور پہ جیسمین سے باتیں کرنے لگی۔اسے اپنے مسائل بتا رہی تھی۔انجلین کے لیے جیسمین پہلی دوست تھی۔تھوڑے عرصے میں ہی وہ ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئی تھیں۔

''کاش تم میرے ساتھ ہوتی۔''انجلین ایسے بول رہی تھی کہ جیسمین ابھی اسے کوئی جواب دے گی مگر......کیا مردے بھی کبھی جواب دیتے ہیں؟اس نے آنسو صاف کیے اور کمرہ صاف کر کے باہر آ گئی۔

ہال میں وہ چاروں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔شاید وہ لیڈی مہر اور انجلین کی برائیاں ہی کر رہے تھے۔انجلین نے ایک نظر انہیں دیکھا اور کچن میں چلی گئی۔

''سسٹر انجلین بھی ان جیسی ہو گئی ہیں۔''ایلس کی بات پہ سب نے اثبات میں سر ہلایا۔

''چلو بچو،ناشتہ کر لو۔''

انجلین کی آواز سن کر وہ کچن کی طرف چلے گئے۔انجلین نے بچوں کو ناشتہ دیا اور پھر لیڈی مہر کے لیے ناشتہ لے کر ان کے کمرے میں چلی گئی۔بچوں نے انجلین کو عجیب سی نظروں سے دیکھا۔انجلین اب انہیں ڈانٹ دیتی تھی۔بچے اس بات پہ بہت غور کر رہے تھے۔

لیڈی مہر نے دروازہ کھولا تو انجلین ان کے پیچھے پیچھے چلتی بیڈ تک آ گئی۔ٹرے بیڈ پہ رکھ کر وہ جانے لگی کہ لیڈی مہر نے اسے بلایا۔

''جی؟''اس نے مڑ کر کہا۔

''کاغذ اور قلم لے کر آؤ میرے پاس۔''انجلین کو لگا وہ لیڈی مہر کی آواز پہلی بار سن رہی ہے۔یہ وہ لیڈی مہر نہیں تھیں جسے وہ جانتی تھی۔یہ کوئی اور تھی۔حالات انسان پہ کتنا گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔اسی وجہ سے تو انسان بدل جاتے ہیں۔کوئی دل سخت ہو جاتا ہے اور کوئی نرم......ہم کہتے ہیں کہ فلاں انسان بدل گیا۔کیا ہم نے اسے پڑھا؟اس کی کہانی سنی؟کیا معلوم وہ کیسے حالات سے گزرا ہو جس نے اس کی شخصیت میں اتنی تبدیلی کر دی ہے۔کسی کو بات کرنا بہت آسان ہے مگر اس انسان کے جوتے پہن کر اس راہ پہ چلنا،جس پہ وہ چل کر ایسا ہوا ہے،بہت مشکل ہے۔

انجلین کاغذ قلم لینے چلی گئی۔

واپس آئی تو لیڈی مہر نے آدھا ناشتہ کر لیا تھا۔انجلین نے شکر ادا کیا اور وہیں بیٹھ گئی۔

''میں ان بچوں کے لیے ایک ٹیچر کا اشتہار دے رہی ہوں۔تم گھر کے کام کرنا اور وہ انہیں تعلیم دے گی۔بروس آئے تو یہ اسے

دے دینا۔'' لکھنے کے بعد کاغذ انجلین کی طرف بڑھایا اور نظریں پھیر لیں۔ انجلین نے اپنے سامنے ایک جیتے جاگتے پتھر کو دیکھا تھا۔ کیا یہ پتھر کبھی ٹوٹے گا؟

☆☆☆☆☆

دوپہر ہوئی تو گرمی میں قدرے اضافہ ہوگیا۔ کئی دنوں سے بارش بھی نہیں ہوئی تھی۔ فورکس اور گرد و نواح میں گرمی کا موسم بھی آتا ہے۔ گرمیوں میں بھی بارشیں ہوا کرتی ہیں مگر اس طرح نہیں۔ دوپہر اکثر گرم ہوتی ہے اور ایسا موسم تقریباً دو ماہ چلتا ہے۔

اورفن ایج کے بڑے سے زینوں کے دائیں طرف بنے کمرے کا دروازہ کھلا تو لیڈی مہر اپنے چہرے پہ جھریاں اور سختی سجائے، باہر نکلیں۔ چار چار سال کے چاروں بچے ہال میں ہی کھیل رہے تھے۔ لیڈی مہر کو باہر آتا دیکھ کر فوراً کمرے میں چلے گئے۔ ڈر......

لیڈی مہر نے انہیں نہیں دیکھا تھا، یا اگر دیکھا بھی تھا تو زیادہ دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ ایسے ہی چلتی چلتی ہال کے وسط میں آ گئیں۔ ان کے سامنے اورفن ایج کا داخلی دروازہ تھا۔

اس دروازے سے وہ اپنی ماں کے ساتھ اندر آئی تھیں۔

اس دروازے سے وہ گریسن کے ساتھ اندر آئی تھیں۔

اس دروازے سے وہ سٹیفن کے ساتھ اندر آئی تھیں۔

ان کی آنکھوں نے بھیگنا شروع کر دیا۔ سختی غائب ہوگئی۔ جھریاں وہیں تھیں۔

پانی آنکھوں سے باہر آنے کو بے تاب تھا۔

وہ دوسری طرف گھومیں۔ ان کی نظر زینے پھلانگتی اوپر، دائیں طرف سٹیفن کے کمرے پہ پڑی۔ دروازہ بند تھا۔ دروازہ دو سالوں سے بند تھا۔

آنسوؤں نے منظر دھندلا کر دیا تھا۔ پلکیں جھپکائیں تو آنسو سیدھی لکیر کی صورت بہہ نکلے۔ آنکھیں کھلیں تو منظر صاف ہوگیا۔ وہ ابھی تک اوپر ہی دیکھ رہی تھیں۔

نجانے کس خیال کے تحت انہوں نے قدم اٹھانے شروع کر دیے۔ زینے عبور کرتیں وہ اوپر پہنچ گئیں اور سٹیفن کے کمرے کے باہر کھڑی ہوگئیں۔ وہ پہلے بھی یہاں آتی تھیں۔ پہلے تو کوئی دروازہ کھول دیتا تھا۔ اب دروازہ کھولنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ یہ جانتی تھیں۔ انہیں خود ہی دروازہ کھولنا تھا۔ دروازے کا ہتھا پکڑ کر نیچے کیا تو دروازہ اپنی مخصوص چرچراہٹ کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔

وہ اندر چلی گئیں۔

اندر...... اندر ایک نئی دنیا شروع کرنے کی تیاری ہو رہی تھی۔ بیڈ کے چاروں کونوں پہ گلدستے پڑے تھے جن کے پھول اب مرجھا گئے تھے البتہ کمرے میں کہیں کہیں خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

وہ آگے آئیں اور......

بیڈ کے بالکل ساتھ ایک چھوٹا سا بے بی کارٹ پڑا تھا۔ وہ سٹیفن نے خود بنایا تھا۔ انہیں اکثر اوپر سے ٹھک ٹھک کی آوازیں آتی تھیں۔ یقیناً وہ یہی بنا رہا ہوگا۔ یہ کارٹ دیکھنے ہی اس نے لیڈی مہر کو اوپر آنے کا کہا تھا مگر وہ اپنی ضد کی وجہ سے نہیں آئی تھیں۔ اب...... افسوس ہو رہا تھا۔ آخر میں انسان کے پاس صرف افسوس ہی رہ جاتا ہے۔

کارٹ پہ ہاتھ پھیرا تو دل پہ چھری پھر گئی۔ وہ تڑپ اٹھیں اور کارٹ کے ساتھ، وہیں زمین پہ بیٹھ گئیں۔ آنکھوں سے ٹوٹ کر گرتے موتیوں کی رفتار تیز ہو چکی تھی۔ وہ بہت دیر تک روتی رہیں۔ بہت دیر تک......

اتنا...... کہ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ دل بھر گیا تو رو پڑیں۔ دل بھر گیا تو چپ کر گئیں۔ دل کا بھر جانا دونوں صورتوں میں ہی کچھ نہ کچھ کرتا ہے۔

وہ اٹھیں اور سائڈ ٹیبل پہ رکھی ایک تصویر اٹھالی۔ تصویر میں وہ دونوں تھے۔ سٹیفن اور جیسمین......

وہ کتنے خوش تھے۔ ایک ساتھ کتنے خوبصورت لگتے تھے۔ کیا تھا اگر وہ ان دونوں کو ایک ساتھ قبول کر لیتیں؟ کیا تھا......

تصویر پہ ہاتھ پھیرا اور سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد سائڈ ٹیبل کا دراز کھولا تو وہاں ایک کتاب رکھی تھی۔ خوبصورت جلد والی کتاب...... لیڈی مہر نے کتاب اٹھا کر کھولی۔ اس کے صفحات بہت عمدہ تھے۔ ملائم...... خوبصورت...... پہلے صفحے پہ اوپر کچھ لکھا تھا۔ انہوں نے پڑھا۔

جیسمین ابوبکر......

ان کا نام...... لیڈی مہر کا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائیں۔ وہ اس زمین سے جیسمین کو نکال لیں اور اس کی جگہ خود دفن ہو جائیں مگر ایسا تو ممکن ہی نہیں تھا۔

مزید صفحات پلٹے تو ان پہ کسی دوسری زبان میں کچھ لکھا تھا۔ نیچے انگریزی زبان لکھی تھی۔ وہ صفحات پلٹتی گئیں اور کتاب کا وسط آ گیا۔ وہاں سے لیڈی مہر نے انگریزی کی ایک سطر پڑھی اور...... ان کے دل کا گھپ اندھیرا......

ختم......

وہاں سے ان کی زندگی بدلی تھی۔ اس بات کی گواہ وہ خود تھیں یا وہ کتاب...... یا وہ...... جس کا نام وہاں لکھا تھا...... پہلی سطر میں ہی......

وہ یہ نام سن چکی تھیں۔

☆☆☆☆☆

''وہ اوپر چلی گئی تھیں۔ میں چاہتی تھی کہ وہ اوپر نہ جائیں۔ ایک سال بعد تو وہ باہر آئی تھیں۔ سٹیفن کے جانے کے بعد انہوں نے کبھی ہمارے ساتھ کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ اس دن...... نجانے ایسا کیا ہوا کہ انہوں نے رات کو ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ میں بہت حیران ہوئی تھی۔ وہ چپ چاپ بیٹھی رہیں۔ اس رات جارج کے ہاتھ سے چمچ بھی گری تھی۔ لیڈی مہر نے اسے گھور کر دیکھا تھا بس۔ کچھ کہا

نہیں تھا۔ ہم سب ہی گھبرا گئے تھے کہ شاید جارج کو وہ ڈانٹیں گی مگر ایسا نہ ہوا۔ کھانا کھا کر وہ باہر چلی گئیں۔ میں نے بچوں کو باتوں میں لگا لیا تھا تا کہ وہ لیڈی مہر کے رویے پہ زیادہ غور نہ کریں مگر وہ بھی سب دیکھ رہے تھے۔ چھوٹے تھے، اندھے نہیں......'' رات کا ختم ہوتا کالا اندھیرا، کھڑکی کے باہر سے لیڈی مہر کی داستان سن رہا تھا۔ کمرے میں پھیلی زرد روشنی کو بھی افسوس تھا۔

''پھر......'' ماریہ نے پوچھا۔

''بچے ان سے تو بالکل دور ہو گئے۔ مجھے بھی وہ برا سمجھنے لگے تھے لیکن خیر......'' اس نے گہری سانس خارج کی۔ ''اگلے دن میں نے انکل بروس کو وہ کاغذ دے دیا تھا کہ وہ اخبار میں دے دیں۔ مجھے خوشی تھی کہ کوئی تو آ جائے گا۔ میں اکیلے رہ رہ کر تھک گئی تھی۔ پھر دو ہفتوں بعد ایک لڑکی آئی تھی۔ میں نے تمہیں بتایا تھا ناں۔'' انجلین نے آنسو صاف کیے۔ وہ اب سنبھلی ہوئی لگتی تھی۔

''لیڈی مہر کو دیکھ کر تو وہ ڈر ہی گئی۔'' وہ دونوں ہنس دیں۔ ''پھر انہوں نے اسے بھی دریا سے پانی لانے کا کام دیا۔ بیچاری میں ذرا ہمت نہیں تھی۔ اس دن بڑے جوش سے کہا تھا کہ وہ یہ کام کر لے گی مگر جب اگلے دن واپس آئی تو مٹکا ٹوٹا ہوا تھا۔ اس کی حالت بھی بگڑی ہوئی تھی۔ اس نے لیڈی مہر کے سامنے ہار مان لی تھی اور چلی گئی تھی۔ دو دن میں ہی......'' وہ دونوں پھر سے ہنس دیں۔

''پھر وِل آیا تھا اپنی ماں کے ساتھ۔ مجھے اس کی آوازیں آج بھی یاد ہیں۔ وہ کیسے تڑپ تڑپ کر اپنی ماں کو بلا رہا تھا۔ بے چارے بچے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس کی ماں سے لیڈی مہر نے بہت اچھے طریقے سے بات کی تھی۔ شاید وہ اس ماں کا دکھ سمجھ سکتی تھیں، اسی لیے۔'' اس نے کندھے اچکائے۔ ''وِل شروع سے ہی ایسا ہے۔ چپ چپ رہتا ہے۔ وہ تو اب صرف تم سے ہی کوئی بات کر لیتا ہے ورنہ تو......''

''ہاں مجھے نینسی نے بتایا تھا۔'' ماریہ نے کہا۔

''وِل کے آنے کے کچھ دن بعد انکل بروس آئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں اخبار تھا۔ لیڈی مہر باہر آ گئیں۔ انکل نے اخبار سے خبر پڑھ کر سنائی۔ وہاں اس اور فن ایج کو خونی اور فن ایج کہا گیا تھا۔ وہاں اور بھی بہت سی من گھڑت باتیں لکھی تھیں۔ نجانے کس نے یہ سب پھیلایا تھا پر اور فن ایج کا نام تو خراب ہو گیا تھا۔ خیر...... یہ تھی وہ ساری داستان جو تم سننا چاہتی تھی۔ امید ہے تمہیں تمہارے سوالوں کے جواب مل گئے ہوں گے۔'' انجلین نے بات سمیٹتے ہوئے کہا۔

ماریہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''ہاں۔ میں کہیں نہیں جا رہی۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

''میں بھی۔'' اس نے ماریہ کا ہاتھ تھام لیا۔ ''کبھی بھی میری ضرورت ہو تو مدد کے لیے آواز دینا۔ میں حاضر ہوں۔ مجھے اندازہ ہے کہ تم مجھ سے بہت کچھ چھپا رہی ہو۔ اسی لیے ایسا کہہ رہی ہوں۔'' اس کا اندازہ درست تھا۔ ماریہ کو حیرت ہوئی تھی۔ وہ اداسی سے مسکرا دی۔

''وہ میری زندگی کا ایسا باب ہے جسے میں بھولنا چاہتی ہوں۔ اسی لیے میں اس کا ذکر نہیں کرتی۔'' اس نے دھیمے سے کہا۔

''میں سمجھ سکتی ہوں۔''

’’تمہارا شکریہ انجلین۔‘‘

’’اس کی ضرورت نہیں۔تم نے میرے دل کا بوجھ ہلکا کیا۔کبھی اپنے دل کا بوجھ اتارنا ہو تو مجھے یاد کرنا۔‘‘

’’ضرور۔تمہارا اتنا کہہ دینا ہی میرے لیے بہت ہے۔بس......اگر میں کسی مصیبت میں پھنس گئی تو میرا ساتھ دینا۔‘‘

’’میں تمہارے ساتھ ہوں۔‘‘انجلین نے کہا۔ماریہ کو وہ سب سوچ کر ہی رونا آ گیا تھا۔اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور جانے کے لیے اٹھ گئی۔

’’میں چلتی ہوں۔کہیں روزی نہ اٹھ جائے۔‘‘

انجلین نے کھڑکی کی طرف دیکھا جہاں کالا رنگ اب گہرے نیلے رنگ میں بدل رہا تھا۔’’اب تو صبح ہونے والی ہے۔‘‘

’’ہاں۔‘‘ماریہ نے ایک نظر کھڑکی کو دیکھا اور لالٹین اٹھاتی کمرے سے باہر چلی گئی۔

انجلین کی نظروں نے اس کا تعاقب کیا۔

☆☆☆☆☆